# ماہنامہ رضوان لکھنؤ

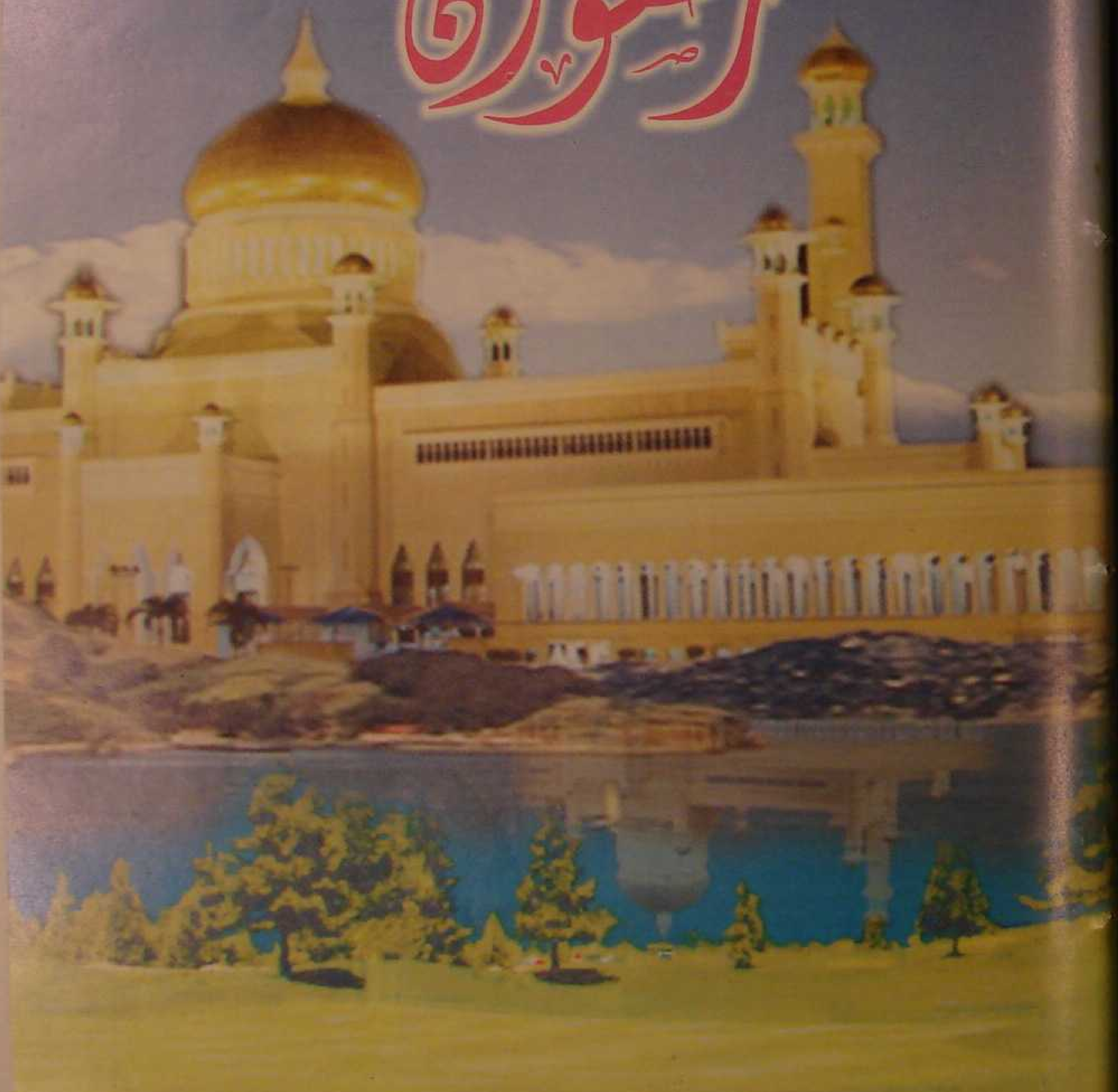

Rs. 10/-

R. N. 2416/57

RIZWAN

Ph: 0522-2270406

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, LUCKNOW.

DESIGNED BY HAMID, Mob: 9415769282

## حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

### سوانح حیات ............ کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات وتاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات وحوادث اور تحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ وسبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ وحقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ وسرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

● ایک تاریخی دستاویز ● ادبی مرقع ● دعوت فکر وعمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت وطباعت سے آراستہ

| | | |
|---|---|---|
| قیمت حصہ اول | (اردو ایڈیشن) | 100/- |
| قیمت حصہ دوم | (اردو ایڈیشن) | 90/- |
| قیمت حصہ سوم | (اردو ایڈیشن) | 80/- |
| قیمت حصہ چہارم | (اردو ایڈیشن) | 90/- |
| قیمت حصہ پنجم | (اردو ایڈیشن) | 80/- |
| قیمت حصہ ششم | (اردو ایڈیشن) | 90/- |
| قیمت حصہ ہفتم | (اردو ایڈیشن) | 80/- |
| قیمت مکمل سیٹ | (کاروان زندگی) | 610/- |

### کاروان ایمان وعزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح وجہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم وفضل وعزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت وطباعت

قیمت 35/-

### حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات ومشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

### خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی وسماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کرسکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

### ذکرِ خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

### سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن وجامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص ومحبت، فیض وتاثرات اور معرفت وسلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-



بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان


# ماہنامہ رضوان لکھنؤ


| جلد ۵۳ | جون ۲۰۰۹ء | شمارہ ۶ |
|---|---|---|



**ایڈیٹر**

محمد حمزہ حسنی

**معاونین**

● میمونہ حسنی ● عائشہ حسنی

● جعفر مسعود حسنی ● محمود حسن حسنی



**سالانہ چندہ**

برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰ روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۵۴/۲/۱۷۲، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپواکر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 9336932231

# فہرست مضامین


- اپنی بہنوں سے ........ مدیر ........ ۳
- حدیث کی روشنی میں ........ امۃ اللہ تسنیم ........ ۴
- حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ........ محمود احمد غضنفر ........ ۶
- علماء وصلحاء کی مجلس اختیار کیجئے ........ مفتی تنظیم عالم قاسمی ........ ۱۰
- قرآن مجید خصوصیات وامتیازات ........ مولانا سید احمد ومیض ندوی ........ ۱۳
- سیرت پاکؐ کی چند جھلکیاں، قرآن کی روشنی میں ........ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ........ ۱۸
- حمد باری تعالیٰ ........ ڈاکٹر محمد امین ........ ۲۰
- صنف نازک اور فیشن ........ مشتاق احمد فیضی ........ ۲۱
- مال ودولت کا فتنہ ........ سید محمد مامون رشید ........ ۲۳
- حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے ........ ثناء اللہ صادق تیمی ........ ۲۵
- اسلامی معیشت کے بنیادی اصول ........ دانش ریاض ........ ۲۷
- نعت رسولؐ ........ محمد فخرالدین راحتؔ ........ ۲۹
- اتباع رسولؐ میں صحابہؓ اور اولیاءؒ کا طرز عمل ........ ناظمہ عزیز مومناتی ........ ۳۰
- تحقیق وجستجو ........ خدیجہ حبیب ........ ۳۲
- مہمانی اور میزبانی کے آداب ........ ۳۳
- ان ہواؤں نے میرا راستہ ہموار کیا ........ راسیہ نعیم ہاشمی ........ ۳۴
- سوال وجواب ........ مفتی راشد حسین ندوی ........ ۳۵
- موسم گرما کی تعطیلات ........ ۳۶
- ایک عیسائی مبلغ کا قبول اسلام ........ ۳۸-۳۹


# اپنی بہنوں سے

حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرو وہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرو تم مومن ہوگے۔

صرف اس حدیث کی روشنی میں اگر ہم اپنے کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہم ایمان کے کس مقام پر کھڑے ہیں اور اس پر تو سبھی مسلمانوں کو یقین ہے کہ عاقبت بخیر ہونے کا ایمان ہی پر دارومدار ہے۔

یوں تو یہ حدیث مبارکہ چھوٹی سی ہے مگر انسان کی زندگی کے ہر معاملے ہر شعبے کو اپیل کرتی ہے۔ ہم خواتین کی بھی زندگی کا کوئی جز اس سے مستثنیٰ نہیں۔ ایک خاتون بہو بھی ہوتی ہے۔ پھر ساس بھی بنتی ہے شادی بیاہ کا معاملہ بھی تقریباً سارا اسی سے متعلق ہوتا ہے۔

بہو کی حیثیت سے وہ چاہتی ہے کہ وہ سارے حقوق اسے ملیں جو اس کا حق ہے مگر شوہر کی ماں کے حقوق اس کو یاد نہیں آتے۔ ایک ساس اپنی بیٹی کے لئے جن چیزوں کی خواہش اور مطالبہ کرتی ہے، بہو کے لئے اس کو بالکل پسند نہیں آتیں وہ بہو کو اپنی مرضی پر چلنے کی اجازت نہیں دیتی یہاں تک کہ اگر اس کا بس چلے تو اپنے بیٹے کو بیوی کے حقوق ادا کرنے سے روک دے۔ عورت اگر بیٹے کی شادی کرنے چلتی ہے تو حسن و مال کے ساتھ ہر خوبی اس کے نزدیک بے حد ضروری ہوتی ہے اور جب بیٹی کی شادی کرنا ہوتی ہے تو ہر خامی کو نظر انداز کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔

سماج کی تقریباً ہر خوبی ہر خامی انتشار، اتحاد ان سبھی معاملات کا انحصار عورت پر ہے اور اگر عورت حدیث مذکورہ پر عمل کرنے کا ارادہ کرلے تو ہمارے معاشرے کا نہیں تو ۵۰ فیصد ضرور سدھار ہوجائے یہ لڑائی جھگڑے دوسروں کے حقوق غصب کرنا تشدد اپنا حق (بزعم خود) چھین لینے کی تربیت اور دوسرے کے حق کو نہ تسلیم کرنا یہ سب شاید مردوں سے زیادہ عورتوں کی زندگی میں داخل ہے۔

ہم اگر طے کرلیں کہ اس حدیث کی روشنی میں اپنی نیت درست کریں گے تو پھر ہم خود اپنے گھروں کو جنت کا نمونہ بنتے دیکھیں گے۔

حدیث کی روشنی میں

# آخری عمر میں زیادہ نیک عمل کی ترغیب

امۃ اللہ تسنیم

## وفات کے قریب زیادہ تسبیح اور استغفار

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی پر حجت پوری کردی جس کی عمر کو مؤخر کیا یہاں تک کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔ (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مجھے بدر کے بوڑھوں کے ساتھ شریک کرتے تھے، بعضوں کے دل میں شکایت پیدا ہوئی کہ یہ ہمارے ساتھ کیوں شریک کئے جاتے ہیں ان کے برابر تو ہمارے بیٹے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس کی وجہ تم سمجھ لوگے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن مجھے بلایا اور ان کے ساتھ شریک کیا مجھے خیال بھی نہیں گذرا کہ آج مجھے آزمائش کے لئے بلایا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کیا کہتے ہو "اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ" بعضوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ جب ہم کو فتح ہو اور ہماری مدد کی جائے۔ تو ہم اس کی تعریف کریں اور اس سے بخشش چاہیں اور بعض خاموش رہے حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن عباس تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے کہا نہیں پھر کیا کہتے ہو میں نے کہا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں ہے آپ کو اس کی اطلاع دی ہے فرمایا "اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ" (جب اللہ کی مدد آئے اور اس کی فتح) یہ علامت آپ کی وفات کی ہے "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا" تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو اور اس سے بخشش چاہو، بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے حضرت عمرؓ نے کہا میں بھی اتنا ہی جانتا ہوں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ" اترنے کے بعد آپ نے کوئی ایسی دعا نہیں پڑھی جس میں آپ یہ نہ کہتے ہوں "سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ". (بخاری۔ مسلم)

اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر رکوع وسجود میں کہتے تھے "سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" گویا قرآن کے حکم "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا" پر عمل کرتے تھے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے پہلے اکثر کہتے تھے "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ" حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون سے کلمات ہیں، میں دیکھتی ہوں کہ ابھی کچھ دنوں سے آپ کہنے لگے ہیں۔ فرمایا میری امت میں ایک علامت بنائی گئی ہے کہ جب میں اس کو دیکھوں تو یہ کہوں "اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ".

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کہتے تھے "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" میں نے کہا یا رسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ اکثر آپ کہتے ہیں "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" آپ نے فرمایا مجھ کو میرے پروردگار نے خبر دی ہے عنقریب میں اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا جب میں اس کو دیکھوں تو "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" کی زیادتی کروں، سو میں نے وہ علامت دیکھ لی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے



جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح یعنی فتح مکہ، تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو اور اس سے بخشش چاہو بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

## وفات کے قریب وحی کی زیادتی اور تسلسل

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پے در پے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات سے پہلے وحی بھیجی حتیٰ کہ وفات پائی، اور وحی مسلسل اُترتی رہی تھی۔ (بخاری۔ مسلم)

## آدمی کا حشر

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر آدمی کا حشر اسی پر ہوگا جس پر اُس نے انتقال کیا۔ (مسلم)

## نیکیوں کی متعدد صورتیں

حضرت ابوذر جندب بن جنادہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان اور اُس کے راستہ میں جہاد۔ میں نے کہا کس گردن کا آزاد کرنا افضل ہے۔ فرمایا جو مالکوں کے نزدیک سب سے اعلیٰ اور سب سے بیش قیمت ہو، عرض کیا اگر میں نہ کرسکوں، فرمایا کرنے والوں کی مدد کرو یا بے سلیقہ پھوہڑ آدمی کا کام بنادو۔ کہا اگر یہ بھی نہ ہوسکے۔ فرمایا لوگوں کو اپنی ذات سے تکلیف نہ پہنچاؤ تو یہ خود اپنے اوپر تمہارا صدقہ ہوگا۔ (بخاری۔ مسلم)

## صدقہ کی بہت سی صورتیں

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تکبیر (اللہ اکبر) کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔ برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان چیزوں کا بدل ہوسکتی ہیں۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کئے گئے ان کی بھلائیاں اور برائیاں دکھائی گئیں میں نے ان کے اعمال کے محاسن میں راستہ کی گندگی اور تکلیف کی چیز ہٹادینا پایا ہے اور ان کے اعمال کی برائیوں میں یہ پایا کہ مسجد میں کھکار اور تھوک ہو اور اس کو دبایا نہ جائے۔ (مسلم)

## غریبوں کا صدقہ کیا ہے؟

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ غریبوں نے کہا یا رسول اللہ دولت مند ہم پر اجر میں سبقت لے گئے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں۔ ہم روزے رکھتے ہیں، وہ بھی روزے رکھتے ہیں اور وہ اپنے فاضل مالوں سے صدقہ دے کر اپنی نیکیوں میں اضافہ کرلیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھی صدقہ میں وسعت رکھی ہے بیشک ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے۔ ہر تہلیل صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، اور برائی سے باز رکھنا صدقہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا اگر کوئی اپنے خواہش کے کام کرے تو؟ فرمایا کوئی اپنی خواہش حرام طور سے پوری کرتا ہے تو گنہگار ہوگا۔ اسی طرح حلال طور سے اپنی خواہش پوری کرے گا تو لازماً ثواب کا مستحق ہوگا۔

## صدقہ کی بہت سی صورتیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو اپنے ہر جوڑ پر صدقہ دینا لازم ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے اور آدمی کی مدد کرنا کسی کو اس کی سواری پر سوار کردینا یا کسی کا سامان اس کی سواری پر لاد دینا صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھے صدقہ ہے۔ راستہ سے کانٹے وغیرہ کا ہٹادینا صدقہ ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم کی اولاد میں ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں میں پیدا کیا گیا ہے جس نے اللہ کی بڑائی کی اور اللہ کی تعریف کی، اللہ کی تہلیل کی، اللہ کی پاکی بیان کی اور اللہ سے بخشش چاہی اور پتھر، کانٹا یا ہڈی لوگوں کے راستہ سے ہٹادی اور نیکی کا حکم دیا، برائی سے باز رکھا تین سو ساٹھ کی تعداد میں یہ سب نیکیاں کیں تو وہ اس دن اس حالت میں چلے پھرے گا کہ اپنے کو جہنم سے بچاچکا ہوگا۔

محمود احمد غضنفر

# حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصَالُهٗ فِىْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَىَّ الْمَصِيْرُ ٥ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا. وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (سورہ لقمان-۱۴-۱۵)

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے، یہ کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر بجالا، میری طرف تجھے پلٹنا ہے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی ہرگز نہ ماننا، دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے، پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے۔ اس وقت میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔

ان آیات کریمہ کے پس منظر میں ایک دل نواز داستان پوشیدہ ہے۔

یادوں کی بارات نے جوان رعنا کے دل گداز میں ایک طلاطم سا پیدا کردیا، قانون فطرت ہے کہ شر کے مقابلے میں خیر اور کفر کے مقابلے میں ایمان غالب آجاتا ہے۔ اس داستان کا بطل جلیل مکہ کا وہ عالی نسب اور باوقار نوجوان ہے جسے معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

یہ نوجوان حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے، جب وادی مکہ میں آفتاب نبوت جگمگانے لگا، اس وقت یہ عنفوان شباب میں تھے، یہ باریک بیں اور دوراندیش ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کے مطیع وفرمانبردار تھے، خاص طور پر والدہ محترمہ سے انتہادرجے کا پیار تھا۔ اگرچہ ان کی عمر سترہ سال تھی لیکن عقل ودانش اور فہم وفراست میں بڑوں کے بالمقابل تھے، انہیں ان کھیلوں میں کوئی دلچسپی نہ تھی جوان کے ہم عمر کھیلا کرتے تھے، بلکہ یہ اپنے اکثر اوقات تیر وتفنگ بنانے اور ان کو سنبھالنے میں صرف کیا کرتے تھے۔ اس کام سے جو وقت باقی بچتا، وہ تیراندازی اور نیزہ بازی میں صرف کرتے، گویا کہ یہ کسی بڑی مہم کو سر کرنے کے لیے مسلسل تیاری میں مصروف ہیں، ان کا دل اپنی قوم کے فاسد عقائد اور بد اعمالی دیکھ ہمیشہ مضطرب وبے چین رہتا۔ یہ بڑی شدت سے اس انتظار میں تھے کہ کوئی طاقت ور غیبی ہاتھ نمودار ہو اور اس قوم کو تاریکیوں سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کردے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ انہی خیالات میں غلطاں وپریشان تھے کہ مشیت الٰہی سے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے کب کوئی بابرکت نورانی ہاتھ پردہ غیب سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ متبرک ہاتھ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں منصۂ شہود پر جگمگانے لگا، اور آپ کے ہمراہ کتاب الٰہی کی وہ نورانی کرنیں بھی تھیں، جن کی چمک دمک کبھی ماند نہ پڑے، جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دین کی طرف دعوت دی، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی طبعی میلان کی وجہ سے اس رشد ہدایت کی دعوت کو فوراً قبول کرلیا۔ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں تیسرے یا چوتھے نمبر پر تھے۔ اسی بنا پر اکثر وبیشتر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تیسرے یا چوتھے نمبر پر اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے اسلام لانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت



مسرت ہوئی اور ان سے یہ صاف طور ظاہر ہوتا تھا کہ یہ پہلی رات کا چاند عنقریب ماہ کامل بن جائے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی خاندانی وجاہت ان کے ہم عمر نوجوانوں کو اس بات پر آمادہ کررہی تھی کہ وہ بھی انہی کا راستہ اختیار کرلیں۔

سب سے بڑھ کر انہیں یہ اعزاز حاصل تھا کہ یہ رشتہ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں زاد بھائی لگتے تھے، چونکہ یہ بنوزہرہ، رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا خاندان ہے، اس قرابت داری کا خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اوقات تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو سامنے آتے ہوئے دیکھا اور خوشی سے جھومتے ہوئے فرمایا: یہ میرے ماموں زاد آرہے ہیں کوئی اس جیسا اپنا ماموں زاد تو دکھلائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا اسلام قبول کرنا، ان کے لیے کوئی آسان ثابت نہ ہوا بلکہ اس جوان رعنا کو بڑے تلخ تجربات سے گزرنا پڑا۔ راہ خدا میں جو انہوں نے سختیاں جھیلیں، اذیتیں برداشت کیں، مصائب ومشکلات کی چکی میں پسے، انعام واکرام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں اپنے کلام مقدس قرآن مجید میں آیات نازل کیں۔

ہم ان نادر اور انوکھے تجربات کی داستان حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی زبانی سناتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اسلام قبول کرنے سے تین راتیں پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خوفناک تاریکیوں میں ڈوبتا جارہا ہوں، میں ابھی اس تاریک وپرآشوب سمندر کی موجوں میں ہچکولے کھارہا ہوں کہ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چاند جگمگا رہا ہے۔ میں اس کی طرف لپکا ہوں، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا ہوں کہ مجھ سے پہلے چند لوگ مہتاب کے قریب پہنچ چکے ہیں، میں نے غور سے دیکھا تو مجھے زید بن حارثہ، علی بن ابی طالب اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم دکھائی دیئے۔ میں نے ان سے پوچھا: آپ کب یہاں تشریف لائے، انہوں نے بتایا بس ابھی آئے ہیں، جب صبح ہوئی تو مجھے یہ پتا چلا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پس پردہ، اللہ کے دین کی دعوت دے رہے ہیں، میں بھانپ گیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ خیروبرکت کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے چاہتے ہیں کہ مجھے کفر وضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر رشد وہدایت کی روشنیوں تک پہنچادیں۔

میں اسی وقت بلا تاخیر آپ کی تلاش کے لیے چل نکلا، محلہ جیاد کی ایک گھاٹی میں آپ کی زیارت ہوئی، آپ نماز عصر سے فارغ ہوچکے تھے، میں نے اسلام قبول کرنے کی تمنا کی، آپ نے کمال محبت وشفقت سے مجھے مشرف بہ اسلام کیا، اسی وقت میرے سامنے وہی عالی مقام تین حضرات آئے جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا، بعد ازاں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنے اسلام قبول کرنے کی داستان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جونہی میری ماں نے میرے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خبر سنی تو آگ بگولہ ہوگئیں۔

مجھے اپنی ماں سے والہانہ محبت تھی، میں ان کی خدمت کو اپنے لیے بہت بڑا اعزاز سمجھتا، انہوں نے مجھ سے خفا ہوکر پوچھا: اے سعد! یہ کیسا دین ہے کہ جس نے تجھے اپنے ماں باپ کے دین سے منحرف کردیا۔

بخدا! یا تو تم یہ دین ترک کردو، ورنہ میں مرتے دم تک کچھ نہ کھاؤں گی اور پانی کا گھونٹ حلق سے نیچے اتاروں گی، یہاں تک اسی حالت میں میری موت واقع ہوجائے گی اور غم سے تیرا کلیجہ پھٹ جائے گا، ندامت شرمندگی تیرا مقدر بن جائے گی، اور زندگی بھر لوگ تجھے طعنے دیتے رہیں گے۔

میں نے کہا: امی جان! خدا کے لیے ایسے نہ کرنا، مجھے آپ سے انتہائی عقیدت

ہے، لیکن مجھے یہ دین تجھ سے بھی پیارا ہے، میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا، لیکن وہ اپنی اس دھمکی پر قائم رہیں، انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا کئی دن انہوں نے بغیر کچھ کھائے پیئے گزار دیئے، جس سے ان کا جسم لاغر ہوگیا، ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور جسمانی قویٰ مضمحل ہوگئے، میں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ان کے پاس آتا اور التجا کرتا کہ کچھ کھا پی لیں، لیکن وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ انکار کردیتیں، اور بڑے وثوق سے کہتیں کہ میں مرتے دم تک نہ کچھ کھاؤں گی اور ہی پانی پیوں گی۔ ہاں! اگر تجھے میرے زندگی عزیز ہے تو یہ دین چھوڑ دے، جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو میں نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا:

امی جان! بلاشبہ مجھے آپ سے محبت ہے لیکن آپ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ السلام محبوب ہے، خدا کی قسم اگر تیرے جسم میں ہزار جان بھی ہوں اور وہ ایک ایک کرکے قفس عنصری سے پرواز کر جائیں تب بھی میں اپنے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا۔

جب ماں نے میرا یہ پختہ عزم دیکھا تو اسے یقین آ گیا کہ میں اس نازک صورت حال سے متاثر ہوکر اپنا دین قطعاً نہیں چھوڑں گا، تو انہوں نے بادل نخواستہ کھانے کے چند لقمے لیے اور تھوڑا سا پانی پیا اور ادھر اللہ جل شانہٗ نے ہمارے بارے میں یہ آیت نازل کردی: وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔

اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ ماننا، دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی، غزوہ بدر میں حضرت سعدؓ اور ان کے بھائی عمیرؓ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، وہ ناقابل فراموش ہیں۔

عمیر ابھی بچے تھے سن بلوغت کو بھی نہ پہنچے تھے، جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کا معائنہ شروع کیا، تو عمیر چھپ گئے، انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑ گئی، تو مجھے واپس لوٹا دیا جائے گا، لیکن پھر بھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا اور بچہ سمجھ کر واپس لوٹا دیا۔

یہ فیصلہ سن کر حضرت عمیرؓ نے زارو قطار رونا شروع کردیا، ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو ترس آ گیا اور انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دے دی، اجازت ملنے پر ان کے بھائی حضرت سعدؓ شاداں وفرحاں ان کی طرف آئے، اپنے ہاتھ سے ان کے کندھے پر تلوار لٹکائی اور پھر دونوں بھائی جذبہ جہاد سے سرشار ہوکر میدان کارزار میں اترے، جب معرکہ آرائی ختم ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنے چھوٹے بھائی عمیرؓ کو سرزمین بدر میں دفن کرکے اکیلے مدینہ طیبہ واپس لوٹے کیونکہ عمیرؓ نے میدان بدر میں جام شہادت نوش فرمالیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچ چکے تھے۔

غزوہ احد میں درے کی جانب سے دشمن نے اچانک زور دار حملہ کیا تو مسلمانوں کے قدم لڑکھڑا گئے، رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس صحابہ بھی نہ رہ گئے تھے، اس نازک ترین موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس جرأت اور مہارت سے تیر اندازی کی کہ دشمنوں میں سے جسے ایک تیر لگتا وہ وہیں ڈھیر ہوجاتا، اس میدان میں ان کا کوئی بھی نشانہ خطا نہ گیا، جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ماہر تیر اندازی دیکھی، تو حوصلہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سعد تیر اندازی جاری رکھو۔
میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔
سعد تیر اندازی جاری رکھو۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ زندگی بھر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اسی جملے پر فخر کرتے رہے۔

اکثر فرمایا کرتے کہ تمام صحابہ کرامؓ



میں مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فداک ابی امی (میرے ماں باپ تجھ پر قربان) کا جملہ صرف میرے لیے استعمال کیا۔

لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی عظمت کے نکتہ عروج پر اس وقت پہنچے، جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایران پر ایسی چڑھائی کا ارادہ کیا، جس سے ایرانیوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو، ان کا تخت منہدم ہوجائے، سرزمین ایران سے بت پرستی کی جڑیں اکھاڑ پھینکی جائیں، آپ نے تمام سرکاری نمائندوں کو خطوط ارسال کئے اور ان میں یہ لکھا کہ جس کے پاس اسلحہ گھوڑے یا جو کچھ بھی جنگی سامان موجود ہے، فوراً میری طرف روانہ کردے، آپ کا حکم ملتے ہی ہر طرف سے مجاہدین کے قافلے مدینہ طیبہ پہنچنا شروع ہوگئے، جب تمام وفود مدینہ پہنچ گئے، تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارباب حل وعقد سے مشورہ کیا کہ لشکر اسلام کا امیر کسے بنایا جائے، تمام نے بیک زبان ہوکر کہا: شیر خدا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور لشکر اسلام کا جھنڈا ان کے سپرد کردیا، جب یہ لشکر جرار مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے لگا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ الوداع کہنے کے لیے اٹھے، اور سپہ سالار کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے سعدؓ! دیکھنا کہیں اس غرور میں نہ آ جانا کہ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں زاد اور ان کا جانثار صحابی ہوں میری یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا، بلکہ ہمیشہ برائی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔

اے سعدؓ! یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کے یہاں خاندانی برتری کوئی حیثیت نہیں رکھتی، وہاں تو صرف اطاعت کو ہی بلند مقام حاصل ہے، دنیاوی اعتبار سے معزز اور کمتر لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بالکل برابر ہیں، اللہ ان سب کا رب ہے، اور وہ سبھی اسی کے بندے ہیں، وہاں تو فضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ملتی ہے، اطاعت وفرمانبرداری سے ہی مقام بلند نصیب ہوتا ہے، ہمیشہ اس کام پہ نگاہ رکھو جسے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیا، اس مشن کو آگے بڑھانا ہمارا اجتماعی فرض ہے، جسے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری کیا تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نصیحت سننے کے بعد یہ لشکر اپنے مشن پر روانہ ہوگیا، اس لشکر اسلام میں ننانوے بدری صحابہ تین سو دس بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کرام تین سو فتح مکہ میں شرکت کا اعزاز رکھنے والے صحابہ کرامؓ اور تقریباً سات سو صحابہؓ کرام کے نوجوان بیٹے شامل تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کمانڈر ان چیف کی حیثیت سے مقام قادسیہ پر لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا، وہیں لشکر کو ترتیب دیا اور دشمنان اسلام سے زوردار مقابلہ کیا، لڑائی کے آخری دن مسلمانوں نے عزم کیا کہ آج فیصلہ کن معرکہ آرائی ہو۔ انہوں نے دشمن کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا مسلمان نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمن کی صفوں میں جا گھسے، چشم وزن میں ایرانی لشکر کے سپہ سالار رستم کا سر قلم کردیا، ایرانیوں نے جب اپنے سپہ سالار رستم کا سر مسلمانوں کے نیزوں کی انیوں پر دیکھا تو حواس باختہ ہوگئے، نوبت بایں جارسید کہ اسلامی لشکر سے ایک مجاہد ایرانی فوجی کے پاس آتا اور اس کا ہتھیار چھین کر اسے قتل کردیتا، اس جنگ میں مال غنیمت وافر مقدار میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا اور تیس ہزار ایرانی فوجی تہہ تیغ کردیئے گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے لمبی عمر پائی، اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں مال ودولت سے نوازا لیکن جب موت کا وقت قریب آیا، تو اپنا ایک بوسیدہ اونی جبہ منگوایا اور یہ وصیت کی کہ مجھے اس جبے کا کفن پہنانا کیوں کہ میں میدان بدر میں یہ جبہ پہن کر جہاد پر گیا تھا، میری دلی خواہش ہے کہ میں اسی جبے میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔

☆☆☆

مفتی تنظیم عالم قاسمی

# علماء وصلحاء کی مجالس اختیار کیجئے

صحبت کے اثر سے کسی کو انکار نہیں، یہ حقیقت ہے کہ اچھوں کی صحبت سے انسان اچھا بنتا ہے اور بروں کی صحبت سے بُرا۔ فارسی مثل مشہور ہے ''صحبت صالح ترا صالح کند طالح ترا طالح کند'' یعنی صالح اور نیک لوگوں کی صحبت تجھے نیک بنائے گی اور برے افراد کی ہم نشینی، ان کے ساتھ میل جول سے تم میں بُرے اور ناپاک خیالات جنم لیں گے۔ تمہاری روش اور چال چلن خراب ہوجائے گا، شب و روز کا مشاہدہ بھی ہے کہ کوئی بچہ یا جوان جو فطری طور پر نیک طبیعت ہو، جب اس کو غلط ماحول مل جاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ بھی اسی رنگ میں ڈھلنا شروع ہوجاتا ہے۔ وہی بچہ جو گالی کے نام سے واقف نہیں تھا، برے اور شریر بچوں کی صحبت میں اس کی زبان فحش گالیوں سے آلودہ ہوجاتی ہے۔ وہی نوجوان جس کو ٹی وی کے نام سے نفرت تھی، چند دنوں میں سنیما باز دوست و احباب کی ہم نشینی اسے بھی سنیما اور عریاں فلموں کا عاشق بنادیتی ہے، اسی لئے کہ یہ امر واقعہ ہے کہ جو جس طرح کے دوست و احباب کی صحبت اور میل جول اختیار کرے گا، وہی جذبات وخیالات اور وہی ذوق و رجحان اس میں بھی پیدا ہوگا جو دوست میں ہے اور پسند وناپسند کا وہی معیار اس کا بھی بنے گا جو اس کے دوست کا ہے، اس لئے آدمی کو دوست اور مجالس کے انتخابات میں انتہائی غور وفکر سے کام لینا چاہئے اور قلبی لگاؤ ایسے افراد سے بڑھانا چاہئے جن کا ذوق و رجحان، افکار و خیالات اور دوڑ دھوپ دین وایمان کے تقاضوں کے مطابق ہو، جو طبیعت کے نیک اور مزاج کے اچھے ہوں، اگر ان کی نیکی اور صلاح وتقویٰ مکمل طور پر منتقل نہ بھی ہو تو کچھ حصہ ضرور اسے حاصل ہوگا، خوشبو کی دوکان میں بیٹھنے والا کبھی خوشبو سے محروم نہیں ہوتا، خوشبو نہیں بھی خریدا تو مہک ضرور آئے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور برے دوست سے تعلق کی کیفیت کو ایک بلیغ تمثیل میں یوں بیان فرمایا ہے:

''اچھے اور برے دوست کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے لوہار کی طرح ہے، مشک بیچنے والے کی صحبت سے تم کو کچھ فائدہ ضرور پہنچے گا یا مشک خریدو گے یا مشک کی خوشبو پاؤ گے، لیکن لوہار کی بھٹی تمہارا گھر یا کپڑے جلائے گی یا تمہارے دماغ میں اس کی بدبو پہنچے گی۔'' (بخاری ومسلم) ابوداؤد میں اسی کو دوسرے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ نیک دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے کی دوکان کہ اور کچھ فائدہ نہ بھی ہو تو خوشبو ضرور آئے گی اور برا دوست ایسا ہے جیسے بھٹی سے آگ نہ لگے تب بھی دھوئیں سے کپڑے تو ضرور کالے ہوجائیں گے۔

علماء وصلحاء کی مجلس اور صحبت اختیار کرنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے، ان کا علم وتقویٰ حاصل نہ بھی ہو تو اللہ کی یاد کچھ دیر کے لئے ضرور دل میں پیدا ہوگی۔ دنیا سے دل و دماغ ہٹ کر آخرت کی طرف لگ جائے گا، چند لمحوں کے لئے ہی سہی، یہ آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے لئے بڑی نعمت ہے، اصحاب کہف جن کا پورا واقعہ سورہ کہف میں بیان کیا گیا ہے، وہ جب اپنے ایمان وتوحید کے تحفظ کے لئے گھر سے نکلے تو ایک کتا بھی ساتھ ہوگیا، ان نفوس قدسیہ نے ایک غار میں پناہ لی تاکہ ظالم بادشاہ اور اس کے حوارییں کی نظر ان پر نہ پڑے، قدرت کی جانب سے ان خداترس نوجوانوں کی



حفاظت کا مکمل انتظام کیا گیا، صدیوں ان پر نیند طاری رہی، جب بیدار ہوئے تو حکمراں بدل چکا تھا، مخالف حالات کا خاتمہ ہوچکا تھا، ان نوجوانوں کے ساتھ ساتھ جو کتاب گیا تھا، وہ اس غار کے دہلیز پر بیٹھا رہا۔ اس پر بھی نیند طاری ہوگئی، قرآن نے بڑی تفصیل سے دلچسپ انداز میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے، ان بزرگوں اور نیک نوجوانوں کا تذکرہ تو ہے ہی، اس کتے کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے جو ان کے ساتھ گیا تھا، ارشاد ہے:

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید. (سورہ کہف:۸)

''اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا۔'' شیخ ابوالفضل جوہری فرماتے تھے کہ جو شخص نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کی نیکی کا حصہ اس کو بھی ملتا ہے، دیکھو اصحاب کہف کے کتے نے ان سے محبت کی اور ساتھ لگ گیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا۔ (قرطبی:۱۰/۲۴۲)

قرآن مجید میں بر سبیل خیر کا تذکرہ یقیناً بڑی عزت وشرف کی بات ہے، زمانہ ماضی کے بیتے ہوئے کسی واقعہ کو قرآن میں حصول عبرت کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ نوجوان صلحاء جنہوں نے ایمان کی حفاظت کے لئے گھر بار چھوڑ دیا، بلاشبہ مسلمانوں کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے، اسی لئے قرآن مجید میں ان افراد کا تذکرہ کیا گیا مگر ساتھ میں کتا بھی تھا، تو ان نیک لوگوں کے تذکرے کے ساتھ اس کتے کا بھی تذکرہ آ گیا جو یقیناً اس کتے کے لئے شرف کی بات ہے، جب ایک کتا صلحاء اور اولیاء کی صحبت سے یہ مقام پاسکتا ہے تو آپ قیاس کرلیں کہ مومنین و موحدین جو اولیاء اللہ اور صالحین سے محبت رکھیں، ان کا مقام کتنا بلند ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل دل علماء اور صلحاء سے محبت رکھنے والے اور ان کی ہم نشینی اختیار کرنے والوں کو کامیابی کی بشارت دی ہے، آپ کا ارشاد ہے ''هم القوم لا يشقى بهم جليسهم'' یعنی یہ ایسے مقبولان حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے شرح بخاری ''فتح الباری'' میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے ''ان جليسهم يندرج معهم في جميع ما يتفضل الله به عليهم اكراماً لهم'' یعنی اہل اللہ اور صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والا انہیں کے ساتھ درج ہوجاتا ہے۔ ان تمام نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ، اللہ والوں کو عطا فرماتا ہے اور یہ دراصل اہل اللہ کا اکرام ہے، جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی وہی اعلیٰ نعمتیں دی جاتی ہیں جو معزز مہمان کے لئے خاص ہوتی ہیں۔ اس کے پیش نظر اہل اللہ کے جلیس و ہم نشین کو بھی ان کی برکت سے محروم نہیں فرماتے۔ اگر اللہ والوں کے مکمل اوصاف حاصل نہ بھی ہوئے تو ان کی صحبت کی برکت سے ضرور اپنے گناہوں پر ندامت ہوگی اور توبہ نصیب ہوگی، کبر اور علو کے بجائے تواضع اور ایثار کا جذبہ پیدا ہوگا، بلاشبہ علماء وصلحاء کی مجالس میں بیٹھنے [illegible]ان کی باتوں کو سننے سے دل میں گداز پیدا ہوتا ہے، پتھر کی طرح سخت سے سخت دل بھی موم ہوجاتا ہے اور اس قابل ہوجاتا ہے کہ اس میں صلاح وتقویٰ کی بیج ڈالی جاسکے، سیرت پر نظر رکھنے والوں کو علم ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جو بھی مقام ومرتبہ حاصل ہوا، وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض تھا۔ وہی حضرت بلالؓ جو پہلے غلام تھے حبشہ سے آئے تھے، شکل وصورت بھی اچھی نہیں تھی لیکن جب انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت اختیار کی تو وہ دنیا کے امام بن گئے، حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی ان کو یا سیدنا کہہ کر مخاطب فرماتے، ان کے علاوہ بھی جتنے صحابہ کرام کے فضائل ومناقب کتب حدیث میں موجود ہیں، سب کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت اور عشق ومحبت سے ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ کسی تفریق کے بغیر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے فیضان صحبت اور مجالس کی بنیاد پر تمام صحابہ

کرام کیلئے اپنی خوشنودی کا اعلان فرمادیا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد سے نکل رہے تھے، مسجد کے دروازے پر ایک شخص ملا اور یہ سوال کیا کہ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے فرمایا کہ ''تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کررکھی ہے۔'' (جو اس کے آنے کی جلدی کررہے ہو) یہ بات سن کر یہ شخص دل میں کچھ شرمندہ ہوا اور عرض کیا کہ ''میں نے قیامت کے لئے بہت نماز، روزے اور صدقات تو جمع نہیں کئے مگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں، آپؐ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو سن لو! تم قیامت میں اس کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو۔'' حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ''میں اللہ سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھتا ہوں، اس لئے امیدوار ہوں کہ میں قیامت کے دن ان کے ساتھ رہوں گا۔'' (الترغیب والترہیب ۴/۲۵) اس حدیث میں ان تمام لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو اولیاء اللہ، صلحاء علماء اور نیک افراد سے دوستی اور محبت رکھتے ہیں، کسی نہ کسی نوعیت سے جن کا قلبی لگاؤ اور تعلق ہے، امید رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان اصحاب خیر وتقویٰ کے طفیل میں ہمیں بھی بخش دے گا کہ قدرت کا مغفرت وبخشش کے لئے صرف بہانہ چاہئے۔ وہ بڑا غفور ہے اور رحیم بھی، اس لئے علامہ منذریؒ حدیث مذکورہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اگر حضرت انسؓ کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنے کی وجہ سے مغفرت کی امید ہے اور یقیناً ان کو بڑا مقام حاصل ہوا تو ہمیں بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ تمام صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے بے پناہ عقیدت ومحبت ہے، اس لئے ہم بھی قیامت کے دن اپنی بخشش کی امید رکھتے ہیں۔ (دیکھئے حاشیہ نمبر الترغیب والترہیب ۴/۲۵) ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ مومن اور متقی ہی سے رشتہ محبت استوار کرو اور انہی کے ساتھ اپنا کھانا پینا رکھو، آپؐ کا ارشاد ہے ''لاتصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی''. (ابن حبان)

''مومن ہی کی صحبت میں رہو اور تمہارے دسترخوان پر پرہیزگار ہی کھانا کھائے۔ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا پینا قلبی تعلق اور محبت کا فطری محرک ہے اور یہ تعلق ومحبت اسی مومن سے ہونا چاہئے جو متقی اور پرہیزگار ہو، کیونکہ خدا سے غافل، غیر ذمہ دار، بے عمل اور بداخلاق ودنیادار لوگوں سے محبت کرنے اور میل جول رکھنے سے وہی کیفیت اس کے اندر بھی پیدا ہوگی اور اس کے برے اثرات مرتب ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں نافرمان اور برے لوگوں کی رفاقت اور دوستی سے منع فرمایا ہے۔ سورہ ممتحنہ آیت ۳۱ میں ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! جن لوگوں سے اللہ ناراض ہے ان سے دوستی مت کرو، وہ آخرت سے ناامید ہیں جیسا کہ کفار نے قبر والوں سے آس توڑ دی۔'' یعنی مومن کی شان نہیں کہ جس پر خدا ناراض ہو اس سے دوستی رفاقت کا معاملہ کرے، جس پر خدا کا غصہ ہو خدا کے دوستوں کا بھی غصہ ہونا چاہئے، یہ آیت اگرچہ منکرین آخرت کے لئے ہے مگر اس کے مفہوم میں وسعت دیتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ نافرمان اور احکام الٰہی سے منھ موڑنے والے بندوں کے بارے میں یہی ہدایت ہے کہ ان سے دوستی اور تعلق نہ رکھا جائے۔

افسوس کہ......! علماء، اہل تقویٰ اور صلحاء سے عوام کا فاصلہ بڑھتا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روز بروز فتنہ وفساد کم ہونے کے بجائے بڑھتا جارہا ہے۔ سارے جلسے جلوس اور دینی محفلوں کے انعقاد کے باوجود ماحول اور معاشرہ میں کوئی سدھار نظر نہیں آرہا ہے، اسلامی روح کی کوئی جھلک نظر نہیں آرہی ہے۔ ضرورت ہے کہ علماء صلحاء اور مذہبی قائدین عوام کو اعتماد میں لائیں اور عوام ان سے تعلقات استوار کریں کہ اس کے بغیر افادہ استفادہ کی راہ ہموار نہیں ہوسکتی۔

●●●



# قرآن مجید
## خصوصیات وامتیازات

مولانا سید احمد ومیض ندوی

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جسے قیامت تک آنے والی انسانیت کی صلاح وفلاح کے لئے نازل کیا گیا ہے، دیگر آسمانی کتابیں مخصوص علاقے اور مخصوص قوم اور زمانہ کے لیے ہوا کرتی تھیں، لیکن قرآن روئے زمین پر بسنے والی ساری قوموں کی کتاب ہے اور اس کا دائرہ زمان ومکان کی حد بندیوں سے آزاد ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر اعتبار سے اسے کامل ومکمل بنایا ہے اور اس میں ان گنت خصوصیات ودیعت فرمائی ہیں، جس طرح دیگر انبیاء کرام کے مقابلہ میں آخری نبی گونا گوخصوصیات رکھتے ہیں اسی طرح اس نبی کو عطا کی گئی کتاب قرآن مجید اور امت محمدیہ بھی بے شمار خصوصیات کی حامل ہے، علماء سلف نے اسلام، پیغمبر اسلام، قران مجید کی خصوصیات پر مستقل کتابیں تالیف فرمائی ہیں، ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''فنون الافنان'' میں خصائص امت محمدیہ کی تیس اقسام ذکر فرمائی ہیں، امام جلال الدین سیوطیؒ نے ''الخصائص الکبریٰ'' میں پیغمبر اسلام کی خصوصیات کا احاطہ کیا ہے، معاصر علماء میں علامہ یوسف القرضاوی نے اپنی تصنیف ''الخصائص العامۃ للاسلام'' میں اسلام کی خصوصیات پر تفصیلی گفتگو کی ہے، اسی طرح سعودی عالم دین فہد بن عبدالرحمٰن بن سلیمان نے اپنی کتاب ''خصائص القرآن الکریم'' میں قرآن کی خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے، علماء کرام نے جن جن جہتوں سے قرآن کی خدمت کی ہے ان میں ایک جہت قرآنی خصوصیات کا شمار بھی ہے۔

قرآن مجید مختلف اعتبارات سے خصوصیات رکھتا ہے، قرآن کی خصوصیات اسلوب اور انداز بیان کے اعتبار سے بھی ہیں اور مواد وتعلیمات کے اعتبار سے بھی، قرآن اپنی محفوظیت کے لحاظ سے بھی دیگر آسمانی کتابوں سے ممتاز ہے اور کامل ومکمل ہونے کے اعتبار سے بھی، ذیل کی سطروں میں قرآن مجید کی چند خصوصیات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

(۱) پچھلی آسمانی کتابیں مخصوص علاقے اور مخصوص زمانے کے لئے نازل ہوتی تھیں۔ لیکن قرآن پورے نوع انسانی کے لئے خواہ اس کا تعلق دنیا کے کسی بھی خطے سے یا کسی بھی قوم سے ہو، عالمگیریت اور زمان ومکان کی لامحدودیت قرآن کا خصوصی امتیاز ہے، ارشاد خداوندی ہے تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیرا. (الفرقان:۱)

(۲) قرآن کی دوسری خصوصیت اس کی جامعیت وکاملیت ہے، قرآنی تعلیمات انسان کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں رہنمائی کرتی ہیں، اعتقادی، عملی ظاہری باطنی انفرادی، اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی ہر شعبہ میں قرآن رہنمائی کرتا ہے۔

(۳) تیسری خصوصیت آفاقیت ہے، قرآن چونکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے دستور حیات ہے اس لئے اس کی تعلیمات سے ہر زمانے کے لوگ رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔

(۴) قرآن اللہ کا آخری ہدایت نامہ ہے، جس کے بعد وحی کا سلسلہ ختم کردیا گیا، اس لحاظ سے قرآن کریم کو خاتم الکتب السماویہ کا اعزاز حاصل ہے۔

(۵) قرآن کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے پچھلی ساری آسمانی کتابوں کو منسوخ کردیا، قرآن کے بعد دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان لانا تو ضروری ہے لیکن انہیں منسوخ ماننا بھی ضروری ہے، وہ قابل احترام تو ضرور ہیں لیکن قرآن آنے کے بعد وہ قابل عمل نہیں رہیں، اب ہدایت اسی

ایک کتاب سے حاصل ہوسکتی ہے، جو اسے چھوڑ کر دیگر کتابوں میں ہدایت کا متلاشی ہوگا وہ راہ یاب نہیں ہوسکتا۔

(۶) قرآن کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ تمام امراض کے لئے شفا ہے، قرآن میں فرمایا گیا۔ ''وشفاء الما فی الصدور''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے ''ونزل من القرآن ماھو شفاء ورحمة اللمؤمنين'' (اسراء: ۸۲) اس میں روحانی امراض کا بھی علاج ہے اور جسمانی بیماریوں کی بھی شفاء ہے۔

(۷) قرآن مجید کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون'' (الحجر) یہ صرف قرآن کا امتیاز ہے، دیگر آسمانی کتابوں کے متعلق سے یہ وعدہ نہیں کیا گیا، چنانچہ ان قوموں کی جانب سے اپنی کتاب میں خوب تحریف کی گئی۔

(۸) چونکہ حفاظت قرآن کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے، اس لئے تمام آسمانی کتابوں میں صرف قرآن ہی محفوظ شکل میں باقی ہے، جس کے ایک نقطہ میں بھی کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، جب کہ دوسری آسمانی کتابوں میں اس قدر تحریف ہوئی کہ وہ اپنی شکل میں باقی نہ رہ سکیں، جن الفاظ، جن عبارتوں اور جس ترکیب کے ساتھ قرآن اللہ کے پاس سے اترا تھا۔ اسی شکل میں موجود ہے۔

(۹) قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کتاب الٰہی ہونے کے ثبوت بالفعل موجود، حقیقتوں اور ہر آن تازہ شہادتوں پر قائم ہے، ماضی کے کچھ واقعات اور نقل و روایات کا محتاج نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن اپنے کتاب الٰہی ہونے کا ثبوت بھی خود ہی ہے کیوں کہ وہ اپنے داخلی صفات اور اپنے ظاہری نتائج، غرض ہر پہلو سے ایک معجزہ ہے۔

(قرآن مجید کا تعارف ر ۴۸)

(۱۰) اللہ تعالیٰ کی بنیادی ہدایت اور اس کا اصل دین ہمیشہ سے کیا رہا ہے؟ اس بات کے فیصلہ کا غیر مشروط حق صرف قرآن کو حاصل ہے کیوں کہ دوسری کوئی اور کتاب الٰہی ایسی موجود نہیں جو اپنی حقیقی صورت میں پوری طرح محفوظ باقی رہ گئی ہو، اس لئے خاص اور بے آمیز ہدایت کا کہیں اور پایا جانا بھی ممکن نہیں۔ (حوالہ سابق: ۴۷)

(۱۱) قرآن تواتر کے ساتھ نقل ہوتا آرہا ہے۔ نقل و روایت سند متصل کے ساتھ ہے، دیگر آسمانی کتابیں، اپنے پیغمبروں کے صدیوں بعد مرتب کی جاسکیں، قرآن سینہ بہ سینہ محفوظ ہوتا آرہا ہے، ہر زمانہ کے لوگ قرآن کو دوسروں سے سن کر سیکھتے ہیں، اس طرح سلسلہ رسول اللہ تک پہنچتا ہے ''محمد بن حاتم المظفر'' لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اسناد کے ذریعہ دوسری امتوں پر فوقیت عطا فرمائی ہے، کسی بھی قدیم یا نئی قوم کے پاس سند متصل نہیں ہے۔

(توضیح الافکار ر ۳۹۹)

(۱۲) قرن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والوں اور حرز جاں بنانے والوں کے حق میں قیامت کے دن اللہ سے سفارش کرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھا کرو اس لئے کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرتا ہے۔ (صحیح مسلم ۱ر۵۵۳)

(۱۳) قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بغیر نجات ممکن نہیں، اس پر ایمان اور اس کا اتباع نجات کے لئے شرط ہے، کوئی اس کو مانے بغیر اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔

(۱۴) قرآن کی ایک خصوصیت اس کے ناموں کی کثرت ہے، بعض مفسرین نے ۹۰ سے زائد نام ذکر کئے ہیں، علامہ سیوطیؒ نے ابو المعالی کے حوالہ سے پچپن نام شمار کئے ہیں، یہ نام قرآن کی کسی نہ کسی خصوصیت کو ظاہر کرتے ہیں، اسماء کی کثرت مسمی کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔

تلاوت اور عبادت کی جہت سے قرآن کی چند خصوصیات ملاحظہ ہوں:

(۱۵) یہ ایسی پاکیزہ اور مقدس کتاب ہے کہ وضو اور طہارت کے بغیر اسکا چھونا جائز نہیں، ارشاد ربانی ہے لا یمسہ الا المطھرون'' (الواقعه)

(۱۶) اس کی تلاوت باعث ثواب ہے، ہر



حرف پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، نیز اس کے حروف کو دیکھنا اس کی آواز کا سننا بھی عبادت اور ثواب کا باعث ہے، اسی طرح اس کتاب کو یاد کرنا اللہ کے نزدیک بلندیٔ درجات کا باعث ہے، حافظ قرآن سے کہا جائے گا، اقرا وارتق پڑھتا جا اور جنت کے منازل طے کرتا جا۔

(۱۷) قرآن کو دیگر کتب کی طرح جو چاہے اور جیسا چاہے نہیں پڑھ سکتا، قاری قرآن کے لئے آداب تلاوت کی رعایت ضروری ہے اور ہر اس طرز عمل سے اجتناب لازمی ہے جس سے بے حرمتی کا شائبہ آتا ہے، علماء کرام نے تلاوت قرآن کے آداب کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔

بعض خصوصیات قرآن کا تعلق انداز بیان اور اسلوب سے ہے۔

(۱۸) قرآن کے اسلوب میں علوم بلاغت وفصاحت اور بیان وبدیع کی بھرپور رعایت کی گئی ہے، تاکہ وہ علم معانی کے ہر شعبہ پر حاوی رہے، قرآن کلام بلیغ وفصیح کا شاہکار ہے، اس میں اصول بلاغت کی اس درجہ رعایت کی گئی ہے کہ اس سے آگے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

(۱۹) قرآن کریم کے اسلوب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ معانی اور افکار کو صورت اور مثال عطا کر کے پیش کرتا ہے، غیر محسوس چیزوں کو محسوس اشیاء کی شکل میں پیش کرنا، اسلوب قرآن کا وصف امتیازی ہے، سید قطب شہیدؒ نے قرآن کی اس خصوصیت کو خوب نمایاں کیا ہے اور اسے ایک مستقل فن کا درجہ دے دیا، اس سلسلہ میں ان کی کتب ''التصویر الفنی فی القرآن'' اور ''مشاھد القیامة فی القرآن'' نہایت وقیع کاوشیں ہیں۔

(۲۰) قرآنی اسلوب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مختصر الفاظ میں وسیع مفہوم ادا کرتا ہے عموماً اختصار کا لحاظ رکھتے ہوئے مکمل مفہوم کی ادائیگی دشوار ہوتی ہے، لیکن قرآنی اسلوب میں یہ خصوصیت بہت واضح نظر آتی ہے، قرآن اختصار مخل سے بھی خالی اور تطویل ممل سے بھی پاک ہے۔

(۲۱) قرآن کے اسلوب کی ایک خصوصیت وہ ہے جسے عالم عرب میں قرآنیات کے مشہور محقق ڈاکٹر عبداللہ دراز نے اپنی شہرۂ افاق کتاب ''النبا العظیم'' میں ذکر کیا ہے وہ یہ کہ قرآنی انداز بیان بیک وقت عقل اور قلب دونوں کو مطمئن کرتا ہے، قرآنی اسلوب سے آدمی کی قوت عقلیہ بھی محظوظ ہوتی ہیں اور وجدان وشعور اور دل بھی سیرابی حاصل کرتا ہے جب کہ یہ دونوں الگ الگ میدان ہیں اور ان دونوں کی جہتیں اور تقاضے مختلف ہیں، عقل وفکر پر مبنی تحریر شعور وجدان کو اپیل نہیں کرسکتی، اسی طرح جذبات کو چھونے والی تحریریں فکر وذہن کو اپیل نہیں کرسکتیں، فلسفیوں کی تحریریں جذبات سے عاری ہوتی ہیں، خالص ادبی تحریر میں فکر کی کمی ہوتی ہے، قرآن میں حیرت انگیز طور پر دونوں چیزیں یکساں نظر آتی ہیں۔

(۲۲) اسی طرح اسلوب قرآن کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں اجمال اور تفصیل، دونوں ایک ساتھ چلتے ہیں، جب کہ انسانی تحریروں میں اس کا فقدان ہوتا ہے، تفصیلی تحریر اجمال سے عاری اور اجمالی تحریر میں تفصیل ندارد۔

(۲۳) اسلوب قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عوام وخواص دونوں کو مطمئن کرنے کی صلاحیت ہے، عموماً انسانی تحریر یا تو خالص علمی ہوتی ہے جسے صرف خواص ہی سمجھ سکتے ہیں یا پھر خالص عوامی جس میں خواص اور اہل علم کے لئے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی قرآن مجید کے مضامین میں ہر جگہ ظاہر و باطن کی رعایت ملحوظ ہے، عوام الناس کیلئے ظاہری معنی کو سمجھنا آسان بنادیا گیا ہے، جب کہ علماء کے لئے اس کے معارف کو عمیق ولطیف بنادیا گیا ہے، ایسا لگتا ہے کہ علم وحکمت کا دریا بہہ رہا ہے، ہر شخص اپنی فراست وبصیرت کے مطابق اس سے بہرہ مند ہوسکتا ہے۔ (قرآن مجید کے ادبی اسرار ورموز: ۱۷)

(۲۴) اسلوب قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی فصاحت شروع سے اخیر تک یکساں ہے، بڑے سے بڑے ادیب کے لئے کسی کتاب میں اخیر تک فصاحت کے معیار کو برقرار رکھنا دشوار ہوتا ہے، قرآن

پاک کا امتیاز یہ ہے کہ اس کا زورِ بیان ہر جگہ یکساں ہے، اسلوب قرآن کی اس خصوصیت کی مزید وضاحت اٹامک سائنٹسٹ انجینئر سلطان بشیر الدین محمود اپنی کتاب ''قرآن پاک ایک سائنسی معجزہ'' میں یوں کرتے ہیں، قرآن واحد کتاب ہے جس کو جتنا زیادہ پڑھا جاتا ہے اسی نسبت سے مزید پڑھنے کا اشتیاق بڑھتا جاتا ہے، یہ صفت دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ہے، یہاں تک کہ انتہائی دلچسپ اور معلوماتی کتابیں بھی ایک دو دفعہ سے زیادہ برداشت نہیں ہوتیں اور آدمی بور ہو جاتا ہے، لیکن قرآن کی یہ نرالی شان ہے کہ بار بار تلاوت سے بوریت کے بجائے یہ کسی مقناطیسی قوت سے قاری کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اگر کوئی خوش قسمت اس کے معنی کو سمجھتا ہو تو پھر معاملہ نور علیٰ نور والا ہے اور ہر دفعہ قاری پر نئے سے نئے انکشافات وارد ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کا منبع امر ربی ہے، انسانی روح بھی امر ربی ہے، چنانچہ جب روح روح سے ملتی ہے تو کلام اللہ کے الفاظ کا نور اس کے سرور کا باعث بن کر اسے بھی نور بنا دیتا ہے۔ (ص ۴۰)

(۲۵) انسانی کلام کو چند مرتبہ پڑھ لیا جائے تو دل اکتا جاتا ہے، پھر اس کو مزید پڑھنے یا سننے کو دل چاہتا ہی نہیں، مگر قرآن مجید میں ایسی تاثیر ہے کہ اسے جتنا زیادہ پڑھا جائے اتنا ہی زیادہ اس کی محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے، وہ حفاظ اور قراء جو رات دن اس کتاب کی تدریس میں لگے رہتے ہیں صبح سے شام تک قرآن مجید سنتے یا سناتے رہتے ہیں اور عمر بھر یہی معمول رہتا ہے ان کے دل عشق قرآن سے لبریز رہتے ہیں۔

(قرآن مجید کے ادبی اسرار و رموز: ۱۷۰)

(۲۶) انسانی کلام کو لفظ بہ لفظ یاد کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن قرآن مجید کا اعجاز دیکھئے کہ بعض اوقات سات آٹھ سال کا بچہ قرآن مجید کا حافظ بن جاتا ہے: اگر حفاظ کرام کے اپنے حافظہ کا کمال ہوتا تو یہ حضرات کسی دوسری کتاب من وعن یاد کر کے دکھائیں، معلوم ہوا کہ یہ قرآن ہی معجزہ ہے کہ اس کو یاد کرنا بھی آسان ہے اور اس کو مختلف قراتوں میں پڑھنا بھی آسان ہے۔ (حوالہ سابق)

(۲۷) اسلوب قرآن کا ایک اعتبار اس کی ترتیب ہے، بقول سلطان بشیر الدین محمود ''اپنی ترتیب میں یہ کتاب عجیب وغریب ہے اس کے ۱۱۴/ ابواب (سورتیں) ہیں، لیکن ان کے درمیان آسانی سے کوئی مماثلت نظر نہیں آتی، بعض ابواب تو اتنے لمبے ہیں کہ پڑھنے میں کئی گھنٹے لگ جاتے ہیں اور بعضے اتنے چھوٹے ہیں کہ چند منٹ بھی بہت ہیں، ہر باب کا اپنا ایک نام اور انداز ہے، قرآن حکیم کی سب سے لمبی سورۃ کا نام البقرۃ یعنی گائے ہے، لیکن گائے کے تعلق سے چند سطور پر مشتمل ایک سرسری واقعہ ہے، ایک سورۃ کا نام النمل یعنی چیونٹی ہے لیکن یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں چیونٹی کی سائنس سمجھائی ہے، بلکہ وہاں بھی چیونٹیوں کا ایک دفعہ ذکر ہے، اس طرح باقی تمام سورتوں کے نام ہیں، ظاہراً قاری کو اس کے نام اور اس کے نفس مضمون میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا، لیکن ایسا نہیں بلکہ قرآن پاک کی ہر سورۃ کا نام اپنے اندر معنیٰ کا سمندر رکھتا ہے جس کا سورۃ کے مضامین سے گہرا تعلق ہے۔ (قرآن پاک ایک سائنسی معجزہ/۳۲)

قرآنی آیات اور سورتوں کے درمیان کس قدر گہرا ربط ہے اس کا اندازہ عالم عرب کے معروف محقق ڈاکٹر عبداللہ دراز کی کتاب ''النبأ العظیم'' کے مطالعہ سے لگایا جاسکتا ہے، ڈاکٹر موصوف نے ربط قرآن کے مسئلہ کو سائنٹفک انداز میں واضح کیا ہے، انہوں نے نہ صرف کسی سورۃ کی مختلف آیتوں کے درمیان ربط ثابت کیا ہے بلکہ ہر سورت کے اپنے ماقبل اور قرآن کی تمام سورتوں کے درمیان مجموعی ربط کو ثابت کیا ہے، یہ کتاب جس کا ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، لائق مطالعہ ہے۔

(۲۸) اسلوب قرآن کی ایک اور خصوصیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے انجینئر سلطان بشیر الدین محمود لکھتے ہیں۔ ''ایک ہی سورۃ میں نفس مضمون کے لحاظ سے بھی قرآن نہایت عجیب وغریب ہے، ظاہراً کسی سورت کا بھی کوئی خاص موضوع معلوم



نہیں ہوتا، لیکن سورۃ تو بہت بڑی بات ہے بعض اوقات قرآن پاک کی ایک ایک آیت میں یکمشت کئی کئی مضامین اور بیان نظر آتے ہیں، ایک ظاہری آنکھ یہاں بھی غلطی کرتی ہے اور اسے ان مضامین میں کوئی ربط نظر نہیں آتا، لیکن یہ بات نہیں حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات پہاڑی سلسلوں کی چوٹیوں کی طرح ہیں، جو اوپر سے تو الگ الگ ہیں لیکن گہرائی میں جاکر دیکھو تو ایک عظیم مضبوط باربط عمارت ہے۔ (قرآن پاک، ایک سائنسی معجزہ: ۳۲)

قرآن مجید کی بعض خصوصیات وہ ہیں جن سے قرآن کا انقلابی پہلو واضح ہوتا ہے، عالم انسانی اور انسانوں کے مختلف طبقات میں قرآن نے حیرت انگیز مثبت انقلاب پیدا کیا: چنانچہ ذیل کی خصوصیات ملاحظہ فرمایئے:

قرآن مجید وہ کتاب ہے جس نے انتہا درجہ کے تاریک زمانہ میں نازل ہو کر دنیا میں ظاہری و باطنی روشنی پھیلائی اور علم و عمل اور تہذیب وتمدن کا علم بلند کیا۔

(۳۰) قرآن وہ کتاب ہے جو پہلے پہل ملوکیت اور ملوک پرستی کی تردید کی اور شوریٰ قائم کی۔

(۳۱) قرآن وہ کتاب ہے جس نے توحید خالص کو شائع کیا۔

(۳۲) قرآن وہ کتاب ہے جس نے سرمایہ داری کی مذمت کی اور استعمار پرستی اور جوع الارض کے لئے جنگ کرنا حرام قرار دیا۔

(۳۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے عورتوں کا احترام اور ان کے حقوق قائم کئے۔

(۳۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے غلاموں کیلئے آزادی کا دروازہ کھولا۔

(۳۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے تحقیق وتدقیق اور اکتشافات علمیہ کا دروازہ کھولا۔

(۳۶) قرآن وہ کتاب ہے جس نے فرد اور جماعت دونوں کے لئے ترقی کی راہ کھولی اور مناسب ضوابط پیش کئے۔

(۳۷) قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، چنانچہ چوبیس گھنٹے دنیا میں اس کی تلاوت جاری ہے اور جاری رہے گی۔

(۳۸) قرآن دنیا کی واحد کتاب ہے جس کی تعلیمات پر سب سے زیادہ عمل کیا جاتا ہے، چوبیس گھنٹے اس پر عمل جاری ہے۔

(۳۹) قرآن وہ کتاب ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا ہے۔

(۴۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کے حاملوں، کاتبوں اور قاریوں کی پوری زندگی محفوظ و موجود ہے اس کی شروح، متعلقہ علوم کے حاملوں کی سوانح بھی محفوظ ہے۔

(۴۱) قرآن کی ایک اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ علوم وفنون کا سرچشمہ ہے، قرآن کے سبب سیکڑوں علوم ایجاد ہوئے اور ان میں مسلسل ترقی ہو رہی ہے۔

●●

بقیہ......خدا کے نسوانی تصور نے......

نیویارک کے اسلامی سینٹر نے خدا کے تصور کو سمجھانے میں میری مدد کی۔ عیسائی مبلغ کا کورس مکمل کرنے میں مجھے ۱۰ سال لگ گئے تھے، اس کے باوجود عیسائی شریعت کو میں نہ سمجھ سکا۔ لیکن اسلامی کتابوں کے مطالعہ کے بعد چند مہینوں میں ہی میں نے اسلام کو اچھی طرح سمجھ لیا اور اپنے مسلم دوستوں کی مدد سے میں نے حق کو تلاش کر لیا۔ آج الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ کل کا جانسن آج کا محمد احمد ہے، میں نیویارک کے اسلامی سینٹر میں اسلام قبول کیا ہے۔ میں نے اپنی ساری زندگی اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف کر دی ہے۔ اسلام کی دولت مجھے مفت میں حاصل نہیں ہوئی، بلکہ اسے پانے کے لئے میں نے نہ جانے کتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور کتنی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ تلاش حق میں میں نے اپنا خون جگر صرف کیا ہے۔ تب جاکر مجھے اسلام کی دولت حاصل ہو سکی ہے۔ خدا کرے حق کے دوسرے متلاشی بھی میری ہی طرح محنت کریں تو ان کو بھی اسلام کی دولت حاصل ہو سکتی ہے۔ میری لئے یہ بات قابل فخر ہے کہ میں نے اسلام کو تحقیق وتلاش کے بعد قبول کیا ہے، اس لئے میرے خیال میں ایک نومسلم کا ایمان پیدائشی مسلمان کے ایمان سے زیادہ وزن رکھتا ہے۔

☆☆☆

## مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

# سیرت پاکؐ کی چند جھلکیاں، قرآن کی روشنی میں

اے لوگو! جن کو محمدؐ رسول اللہ کی بدولت راہِ راست نصیب ہوئی ہے، تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے احسان عظیم کا حق ادا کرو۔ تم جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے۔ اس شخص نے تمہیں علم کی روشنی دی، تم اخلاق کی پستیوں میں گرے ہوئے تھے، اس شخص نے تمہیں اٹھایا اور اس قابل بنایا کہ آج محسود خلائق بنے ہوئے ہو۔ تم وحشت اور حیوانیت میں مبتلا تھے۔ اس شخص نے تم کو بہترین انسانی تہذیب سے آراستہ کیا۔ کفر کی دنیا اسی لئے اس شخص پر خار کھا رہی ہے کہ اس نے یہ احسانات تم پر کئے، ورنہ اس نے کسی کے ساتھ ذاتی طور پر کوئی برائی نہ کی تھی۔ اس لئے اب تمہاری احسان شناسی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ جتنا بغض وہ اس خیر مجسم کے خلاف رکھتے ہیں اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ محبت تم اس سے رکھو، جتنی وہ اس سے نفرت کرتے ہیں، اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کے گرویدہ ہوجاؤ، جتنی وہ اس کی مذمت کرتے ہیں، اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کی تعریف کرو، جتنے وہ اس کے بدخواہ ہیں اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کے خیر خواہ بنو اور اس کے حق میں وہی دعا کرو جو اللہ کے فرشتے شب وروز اس کے لئے کررہے ہیں کہ اے رب دوجہاں! جس طرح تیرے نبیؐ نے ہم پر بے پایاں احسانات فرمائے ہیں، تو بھی ان پر بے حدو بے حساب رحمت فرما، ان کا مرتبہ دنیا میں بھی سب سے بلند کر اور آخرت میں بھی انہیں تمام مقربین سے بڑھ کر تقرب عطا فرما۔

(جلد۴، حاشیہ ۱۰۷، صفحہ ۱۲۴)

اس جامع فقرے "وَاُمِرْتُ لاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ" (مجھے حکم دیا گیا کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں) کے کئی مطلب ہیں:

ایک مطلب یہ ہے کہ میں ان ساری گروہ بندیوں سے الگ رہ کر بے لاگ انصاف پسندی اختیار کرنے پر مامور ہوں۔ میرا کام یہ نہیں ہے کہ کسی گروہ کے حق میں اور کسی کے خلاف تعصب برتوں، میرا سب انسانوں سے یکساں تعلق ہے، اور وہ ہے سراسر عدل وانصاف کا تعلق، جس کی جو بات حق ہے، میں اس کا ساتھی ہوں، خواہ وہ غیروں کا ہی کیوں نہ ہو۔ اور جس کی جو بات حق کے خلاف ہے میں اس کا مخالف ہوں، خواہ وہ میرا قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں جس حق کو تمہارے سامنے پیش کرنے پر مامور ہوں اس میں کسی کے لئے بھی کوئی امتیاز نہیں، بلکہ وہ سب کے لئے یکساں ہے۔ اس میں اپنے اور غیر، بڑے اور چھوٹے، غریب اور امیر، شریف اور کمین کے لئے الگ الگ حقوق نہیں ہیں، بلکہ جو کچھ ہے وہ سب کے لئے حق ہے، جو گناہ ہے وہ سب کے لئے گناہ ہے، جو حرام ہے وہ سب کے لئے حرام ہے اور جو جرم ہے، وہ سب کے لئے جرم ہے، اس بے لاگ ضابطے میں میری اپنی دانست کے لئے بھی کوئی استثنا نہیں۔

تیسرا مطلب یہ ہے کہ میں دنیا میں عدل قائم کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے درمیان انصاف کرو، اور ان بے اعتدالیوں اور بے انصافیوں کا خاتمہ کروں جو تمہاری زندگی میں اور تمہارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔

ان تین مطالب کے علاوہ اس فقرے کا ایک چوتھا مطلب بھی ہے جو مکہ معظمہ میں نہ کھلا تھا مگر ہجرت کے بعد کھل گیا اور وہ یہ ہے کہ میں خدا کا مقرر کیا ہوا قاضی اور جج ہوں، تمہارے درمیان انصاف کرنا میری ذمہ داری ہے۔

(ج ۴، ح ۲۸، ص: ۴۹۵-۴۹۶)۔

جس سیاق وسباق میں یہ آیت (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) ارشاد ہوئی ہے، اس کے لحاظ سے رسولؐ پاک کے طرز عمل کو اس جگہ نمونے کے طور پر پیش کرنے سے مقصود ان لوگوں کو سبق دینا تھا جنھوں نے جنگ احزاب کے موقع پر مفاد پرستی وعافیت گوشی سے کام لیا تھا۔ ان سے فرمایا جارہا ہے کہ تم ایمان و اسلام اور اتباع رسولؐ کے مدعی تھے۔ تم کو دیکھنا چاہئے تھا کہ جس رسولؐ کے پیروؤں میں تم شامل ہوئے ہو اس کا اس موقع پر کیا رویہ تھا۔ اگر کسی گروہ کا لیڈر خود عافیت گوش ہو، خود آرام طلب ہو، خود اپنے ذاتی مفاد کی حفاظت کو مقدم رکھتا ہو، خطرے کے وقت خود بھاگ نکلنے کی تیاری کررہا ہو، پھر تو اس کے پیروؤں کی طرف سے ان کمزوریوں کا اظہار معقول ہوسکتا ہے مگر یہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ ہر مشقت جس کا آپؐ نے دوسروں سے مطالبہ کیا، اسے برداشت کرنے میں آپؐ خود سب کے ساتھ شریک تھے، بلکہ دوسروں سے بڑھ کر ہی آپؐ نے حصہ لیا۔ کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو دوسروں نے اٹھائی ہو اور آپ نے نہ اٹھائی ہو، خندق کھودنے والوں میں آپؐ خود شامل تھے۔ بھوک اور سردی کی تکلیفیں اٹھانے میں ایک ادنیٰ مسلمان کے ساتھ آپؐ کا حصہ بالکل برابر کا تھا، محاصرے کے دوران میں آپؐ ہر وقت محاذ جنگ پر موجود رہے اور ایک لمحے کے لئے بھی دشمن کے مقابلے سے نہ ہٹے، بنی قریظہ کی غداری کے بعد جس خطرے میں سب مسلمانوں کے بال بچے مبتلا تھے اسی میں آپؐ کے بال بچے بھی مبتلا تھے۔ آپؐ نے اپنی حفاظت اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کے لئے کوئی خاص اہتمام نہ کیا جو دوسرے مسلمانوں کے لئے نہ ہو۔ جس مقصد عظیم کے لئے آپؐ دوسروں سے قربانیوں کا مطالبہ کررہے تھے اس پر سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر آپ خود اپنا سب کچھ قربان کردینے کو تیار تھے۔ اس لئے جو کوئی آپؐ کے اتباع کا مدعی تھا، اسے یہ نمونہ دیکھ کر اس کی پیروی کرنی چاہئے تھی۔

یہ تو موقع ومحل کے لحاظ سے اس آیت کا مفہوم ہے مگر اس کے الفاظ عام ہیں اور اس کے منشا کو صرف اسی معنیٰ تک محدود رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ صرف اسی لحاظ سے اس کے رسولؐ کی زندگی مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے، بلکہ مطلقاً اسے نمونہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ہر معاملے میں رسول اکرمؐ کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ کی زندگی سمجھیں اور اس کے مطابق اپنی سیرت وکردار کو ڈھالیں۔

(ج ۴، ح ۳۴، ص ۸۰-۸۱)

**شیطان کو سخت تشویش لاحق ہوتی ہے**

جب وہ دیکھتا ہے کہ حق وباطل کی جنگ میں کمینگی کا مقابلہ شرافت کے ساتھ اور بدی کا مقابلہ نیکی کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح ایک ہی مرتبہ سہی، حق کے لئے لڑنے والوں اور خصوصاً ان کے سربرآوردہ لوگوں، اور سب سے بڑھ کر ان کے رہنما سے کوئی ایسی غلطی کرادے جس کی بنا پر عامۃ الناس سے یہ کہا جاسکے کہ دیکھئے صاحب، برائی یکطرفہ نہیں ہے، ایک طرف سے اگر گھٹیا حرکتیں کی جارہی ہیں تو دوسری طرف کے لوگ بھی کچھ بہت اونچے درجے کے انسان نہیں ہیں، فلاں رکیک حرکت تو آخر انہوں نے بھی کی ہے۔ عامۃ الناس میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ ٹھیک انصاف کے ساتھ ایک طرف کی زیادتیوں اور دوسری طرف کی جوابی کارروائی کے درمیان موازنہ کرسکیں۔ وہ جب تک یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ مخالفین ہر طرح کی ذلیل حرکتیں کررہے ہیں، مگر یہ لوگ شائستگی وشرافت اور نیکی وراست بازی کے راستے سے ذرا نہیں ہٹتے، اس وقت تک وہ ان کا گہرا اثر قبول کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ان کی طرف سے کوئی بیجا حرکت، یا ان کے مرتبے سے گری ہوئی حرکت سرزد ہوجائے، خواہ وہ کسی بڑی زیادتی کے جواب ہی میں کیوں نہ ہو، تو ان کی نگاہ میں دونوں برابر ہوجاتے ہیں، اور مخالفین کو بھی

ایک سخت بات کا جواب ہزار گالیوں سے دینے کا بہانہ مل جاتا۔

اس مقام کی بہترین تفسیر وہ واقعہ ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ خاموشی کے ساتھ اس کی گالیاں سنتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ آخرکار جناب صدیقؓ کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا اور انہوں نے بھی جواب میں اسے ایک سخت بات کہہ دی۔ ان کی زبان سے وہ بات نکلتے ہی حضورؐ پر شدید انقباض طاری ہوا جو چہرۂ مبارک پر نمایاں ہونے لگا اور آپ فوراً اٹھ کر تشریف لے گئے، حضرت ابوبکرؓ بھی اٹھ کر آپؐ کے پیچھے ہولئے اور راستے میں عرض کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے، وہ مجھے گالیاں دیتا رہا اور آپ خاموش مسکراتے رہے، مگر جب میں نے اسے جواب دیا تو آپ ناراض ہوگئے؟ فرمایا: جب تک تم خاموش تھے، ایک فرشتہ تمہارے ساتھ رہا اور تمہاری طرف سے اس کو جواب دیتا رہا، مگر جب تم بول پڑے تو فرشتے کی جگہ شیطان آگیا، میں شیطان کے ساتھ تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔"

(ج ۴، ح ۴۰، ص ۴۵۹)۔

❖❖

# حمد باری تعالیٰ

رفعتیں تیرے لئے، سب عظمتیں تیرے لئے
خالق حرف و بیاں سب مدحتیں تیرے لئے

زندگی تیرے لئے اور بندگی تیرے لئے
اُلفتیں تیرے لئے سب چاہتیں تیرے لئے

تو کہ لامحدود ہے، حد مکاں بھی تجھ سے ہے
سرحدِ امکاں تلک سب رفعتیں تیرے لئے

عقل حیراں ہے کہ کیسا ہے نظام کائنات
اے حکیم بے بدل! سب حکمتیں تیرے لئے

میں کہ بندہ ہوں تو پھر بندے کا کیسا اختیار
قادرِ مطلق ہے تو سب قدرتیں تیرے لئے

حرف سب تیرے لئے ہیں لفظ سب تیرے لئے
صورتِ اظہار کی سب صورتیں تیرے لئے

: ڈاکٹر محمد امین



مشتاق احمد فیضی

# صنف نازک اور فیشن

موجودہ دور ایک انقلاب آفریں دور ہے۔ تہذیب و تمدن کی یلغار ہے، علوم وفنون کا بول بالا ہے تعلیم کا اجالا ہے۔ الغرض آج کا دور جملہ اعتبار سے ایک حیرت انگیز دور ہے۔ پوری دنیا، یورپ اور مغرب کے انقلابات سے حیرت زدہ ہے اور اس کے ہر ہر عمل کی اس قدر دلدادہ ہوچکی ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ اس سے بہتر کوئی آئیڈیل ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج انسانی معاشرہ کا ہر فرد چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم بغیر یوروپ کے نقالی کئے اپنے آپ کو انسان ہی نہیں تصور کرتا۔ یوروپی اور مغربی تہذیب و کلچر کا یہ بھوت اور ناسور معاشرے کے اندر اتنی تیزی کے ساتھ سرایت کررہا ہے کہ اسے روکنا مشکل لگتا ہے۔ دانشمند انسان حیران وششدر ہے کہ آخر کیا ہورہا ہے؟ چونکہ یہ دور انتہائی متجدد اور ماڈرنائز ہوچکا ہے اور نشے میں ہر کوئی سادگی کو چھوڑ کر اس رنگینی کی طرف بے خوف وخطر بھاگ رہا ہے۔ جس کی حقیقت "سراب" سے کم تر ہے۔

آج کا مسلم معاشرہ ان تمام برائیوں میں ملوث ہوچکا ہے جسے ہم قیامت کی نشانی سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ مسلم قوم کی بیٹیوں کا لباس، ان کی مخلوط تعلیم، ان کا آزادانہ پارکوں اور رقص گاہوں کی سیر کرنا، کال سینٹروں میں نوجوانوں کے ساتھ کام کرنا، موبائل فون کا غلط استعمال کرنا نیم عریاں لباس زیب تن کرنا، آرٹ کے نام پر فحاشی کرنا، بازاروں میں آزادانہ پھرنا، آج کے مسلم گھرانوں کی بہن بیٹیوں کا ایک عام رول ہوچکا ہے اور ان کے سرپرستوں کو یہ خبر نہیں کہ آخر ان کی عزت محفوظ ہے بھی یا نہیں بلکہ اس کے برعکس ان کی شوقیہ نوکری سے خوش ہوتے ہیں اور ہمت افزائی بھی کرتے ہیں اور دوسروں میں فخریہ بیان بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی بیٹیوں کے تعلق سے انہی کاموں کے کرنے پر ابھارتے ہیں حالانکہ ایسی جگہوں پر کام سے زیادہ ان کا جنسی استحصال ہوتا ہے، جس کے متعلق خبروں سے اخبارات بھرے رہتے ہیں۔

آج ہر جگہ لڑکیوں کا ہجوم ہے۔ ریلوے اسٹیشن ہو یا ایئرپورٹ استقبالیہ دفتر ہو یا عام آفس ہر جگہ لڑکیاں ہی لڑکیاں مطلوب ہیں۔ اس کو بروئے کار لاکر ہمارے دانشوران بڑے فخر سے سینہ تان کر برملا کہتے پھرتے ہیں کہ ہماری حکومت اچھا کررہی ہے، لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر حقوق مل رہے ہیں، ان کو اچھی نوکریاں مل رہی ہیں، اور ہماری مائیں و بہنیں بھی ان میں اپنے لئے فخر و انبساط تصور کررہی ہیں۔

یہ ہے غیرت کا فقدان!

اسلام ایک دین فطرت ہے اس کا ہر حکم انسانی فطرت کے عین موافق ومطابق ہے۔ اسلام نے عورتوں کو جو مقام ومرتبہ عطا کیا ہے اس کی نظیر اور مثال کسی بھی مذہب میں نہیں ملتی۔ مذہب اسلام کا عورتوں کے متعلق یہ حکم ہے۔ "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (سورہ احزاب: ۳۳) عورتو! تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور جاہلیت کی طرح مظاہرے نہ کرو، گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ جو خالق مخلوق ہے اچھی طرح جانتا ہے کہ ان کے تعلق سے کیا چیزیں اچھی ہوسکتی ہیں گھر کی چہاردیواری یا بازاروں میں گھومنا پھرنا؟ لیکن آج تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوچکا ہے آج اگر کوئی مسلم خاتون نقاب پہن کر چلتی ہے تو دوسری مسلم خاتون ہی اس کو طعنہ دیتی ہیں بجائے

حوصلہ افزائی کے اس کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اور اپنے آپ کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ہم سب سے زیادہ مہذب ہیں۔

کیا مردوں کے شانہ بشانہ چلنا، مردوں جیسا لباس زیب تن کرنا، مردوں جیسی چال ڈھال اختیار کرنا، اجنبیوں کے ساتھ گھومنا پھرنا، سڑکوں، محفلوں، رقص گاہوں فلم ہالوں، بیوٹی پارلروں اور دیگر قسم کے پروگراموں میں شرکت کرنا، اسی میں عورتوں کی بھلائی مضمر ہے؟ اسی میں اس کی عزت وآبرو کی ضمانت ہے؟ سن لیجئے! چودہ سو سال قبل زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلنے والے یہ الفاظ اور اپنے دل ودماغ کے نہاخانوں میں نقش کر لیجئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صنفان من اھل النار لم ارھما بعد: قوم معھم سیاط کاذناب البقر یضربون بھا الناس، ونساء کاسیات عاریات، مائلات ممیلات رؤوسھن مثل اسمتة البخت المائلة لاید خلن الجنة ولا یجدن ریحھا، وان ریحھا لیوجد من میسرة کذا وکذا"

(احمد: ۲/ ۳۵۵، ۳۵۶، مسلم: ۲۱۲۸)

"جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے دیکھا نہیں ہے، ایک قسم ایسے لوگوں کی ہوگی جن کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جس سے لوگوں کو ماریں گے۔ اور دوسری قسم ایسی عورتیں جو لباس پہن کر ننگی ہوں گی، مٹک مٹک کر اپنے مونڈھوں اور کولہوں کو ہلا ہلا کر چلنے والی ہوں گی، ان کے سر اونٹ کے کوہان کے مانند ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں داخل ہو پائیں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی اگرچہ کہ اس کی خوشبو اتنی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے۔"

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب وہ عورتیں ہیں جو اتنا باریک کپڑا زیب تن کرتی ہیں جس سے ستر پوشی نہیں ہوتی، تو ایسی عورتیں کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہیں۔ اور درحقیقت یہی "عاریات" ہیں۔ (تنویر الحوالک: ۳/ ۱۰۳ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لاتسافر المرأة الامع ذی محرم ولا یخلون رجل بامراة الاومعھا ذو محرم" (متفق علیہ بخاری: ۹/ ۲۹۰، مسلم: ۱۳۴۱)

کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ بغیر محرم کے خلوت میں نہ ہو۔" مذکورہ احادیث کی روشنی میں ہم اگر اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں تو صورت واقعہ ان حدیثوں کی ترجمانی نظر آتی ہے، مسلم عورتوں کا لباس یا ان کا غیر محرموں کے ساتھ بغیر کسی مضائقہ کے اٹھنا بیٹھنا، اکیلے بسوں اور ٹرینوں میں سفر کرنا، یہ قابل افسوس اور قابل ملامت ہے ان کے لیے آئیڈیل وہ فاحشہ عورتیں ہیں جو نیم برہنہ اور عریاں پنے جسم کا مظاہرہ کرتی ہیں اور پیسہ کمانے کے لئے اپنی آبرو کا سودا کرتی ہیں۔ ان کے لئے آئیڈیل وہ عورتیں ہیں جن کا بیک گراؤنڈ بازار حسن ہوتا ہے جو اپنی مجنونانہ حرکتوں کے ذریعہ دعوت فحاشی دیتی ہے نظر آتی ہیں۔ ان کے لئے آئیڈیل ہیں مغرب اور یوروپ کی وہ خواتین جو کھلے عام برائی کا ارتکاب کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتیں بلکہ "حقوق" کے نام سے گروپ میں ننگی ہو کر فوٹو کھنچواتی ہیں اور دنیا بھر کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں آنے کی کوشش کرتی ہیں اور اسے اپنے لیے باعث صد افتخار سمجھتی ہیں۔ حالانکہ ان کے لیے اسوہ اور آئیڈیل ہونا چاہئے امہات المومنینؓ اور صحابیات کی پاک ہستیاں جن کے تقدس کی تعریف عرش والا آسمان سے کرتا ہے اور جن کی برأت آسمان سے نازل ہوتی ہے۔

آج کے اس پر فتن دور میں مسلم خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنی رفعت وبلندی کو پہچاننے کی کوشش کریں کیوں کہ انہیں مذہب اسلام نے بہت ہی بلند مقام عطا کیا ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی بھی مذہب میں ملنی مشکل اور ناممکن ہے۔

(بقیہ......صفحہ......۳۷ پر)



سید محمد مامون رشید

# مال و دولت کا فتنہ

حضرت کعب بن عیاضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ہر امت کے لئے (کوئی نہ کوئی) فتنہ اور آزمائش ہے (جس میں اس امت کے لوگوں کو مبتلا کر کے ان کو آزمایا جاتا ہے) چنانچہ میری امت کے لئے جو چیز فتنہ اور آزمائش ہے وہ مال و دولت ہے۔

حدیث مبارکہ کی وضاحت سے قبل لفظ فتنہ کی تعریف اور اس کی اقسام سمجھ لیں۔

فتن جمع فتنہ کی ہے، ابتلا/ امتحان، انسان کا اچھی حالت سے بری حالت میں آنا، کسی کی طرف میلان اور خود پسندی، یہ سب معنیٰ آتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں: "ہر ایسی چیز جو انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے غافل کردے، فتنہ کہلاتی ہے۔ مثال کے طور پر مال اور اولاد کو بھی خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فتنہ کہا ہے، کیونکہ مال اور اولاد انسان کو یادِ الٰہی سے غافل کردینے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔"

## فتنہ کی اقسام

**ذاتی فتنہ** : قلب کا سخت ہونا کہ طاعت و مناجات میں حلاوت ولذت محسوس نہ ہو۔

**فتنہ اہل** : اولاد کی نافرمانی، زوجین میں نفرت اور گھریلو نظام کا بگڑ جانا۔

**فتنہ انسانیت** : انسانیت ختم ہوجانا، خود غرضی، ایذا رسانی کے درپے ہونے لگنا۔

**وبائی فتنہ** : قحط، طوفان، خسف ومسخ۔

**فتنہ کذب** : جھوٹ اور دھوکہ دہی عام ہوجائے، دلوں سے احساس امانت نکل جائے۔

**فتنہ تاویلات** : تشابہات (قرآن آیات) میں کج روی کے ساتھ غلط تاویلات کرنا۔

**فتنہ سب و شتم** : سلف صالحین کو گالی دینا۔

**فتنہ استحلال** : حرام اشیاء کو ان کا نام بدل کر جائز سمجھ کر استعمال کرنا۔

اس حدیث مبارکہ کے پیش نظر عہد نبویؐ سے لے کر موجودہ زمانے تک کی تاریخ پر اگر سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ یہی مال و دولت سب کے لئے آزمائش بنا رہا ہے، جس کے ذریعے بے شمار بندوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بغاوت و نافرمانی کی اور مسلسل کررہے ہیں۔ مال و دولت کے حصول کے لئے حلال و حرام، جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرنے کو تیار ہیں، بس مال آنا چاہئے ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: غافل رکھا تمہیں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے، یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں۔ (سورہ تکاثر: ۱)

## مال کی مذمت سے متعلق چند اہم احادیث

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال وجاہ کی محبت دل میں اس طرح نفاق اگاتی جس طرح پانی سبزے کو اگاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: زیادہ امیدیں لگانے والے ہلاک ہوگئے۔

ایک موقع پر آپؐ سے پوچھا گیا کہ آپ کی امت میں سب سے زیادہ برا کون ہے؟ فرمایا: مالدار۔

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال، جب کہ تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا، پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ دے کر باقی رکھ لیا۔

ایک تفصیلی حدیث میں آپؐ نے فرمایا: میرے بعد ایسی قوم آئے گی جو دنیا کی عمدہ تر اور رنگا رنگ نعمتیں کھائے گی، ناز سے چلنے والے رنگا رنگ گھوڑوں پر سواری کرے گی، خوبصورت اور رنگا رنگ عورتوں سے نکاح کرے گی اور خوبصورت اور

رنگارنگ کپڑے پہنے گی، ان کے پیٹ تھوڑی چیز سے سیر نہیں ہوں گے، اللہ کو چھوڑ کر مال ودولت کو اپنا خدا بنائیں گے۔

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: جس نے دنیا بقدر کفایت سے زیادہ لی تو اس نے اپنی ہلاکت لے لی اور وہ محسوس نہیں کر رہا۔ بعض اہل علم اس حدیث کی ایک تشریح اس انداز سے کرتے ہیں کہ "فتنہ" سے مراد آخرت کا عذاب ہے کہ اس مال کی وجہ سے بہت سے لوگ فتنوں، یعنی عذاب میں مبتلا ہوں گے، قیامت کے دن دو درہم والے سے ایک درہم والے کی نسبت زیادہ سوال ہوگا۔ اسی وجہ سے آپؐ یہ دعا مانگا کرتے تھے: "اے اللہ! محمدؐ کے گھرانے کی خوراک اندازے کے مطابق کردے اور فرمایا: "قیامت کے دن کوئی فقیر اور مالدار ایسا نہیں جو یہ تمنا نہ کرے کہ مجھے دنیا میں خوراک کے مطابق ہی رزق دیا جاتا۔"

انسان کے مقدر میں جتنا مال لکھ دیا گیا ہے، اتنا ہی اس کو ملے گا، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: "اے انسان اس بات کو جان لے کہ جو چیز تیری قسمت میں لکھی جا چکی ہے، وہ ہر حال میں تجھے ملے گی خواہ تو طلب وسوال کی راہ اختیار کر یا اس کو ترک کردے اور جو چیز تیری قسمت میں نہیں لکھی، وہ تجھ کو کسی حالت میں نہیں ملے گی، خواہ تو اس کی طلب کی کتنی ہی حرص رکھے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کتنی ہی سعی و کوشش اور محنت ومشقت برداشت کرے، لہٰذا تجھے جو کچھ مل جائے، اس پر شاکر وصابر رہ، ہر جائز وحلال چیز کو حاصل کرنا ضروری سمجھ اور اپنی قسمتی پر راضی ومطمئن رہ تاکہ رب ذوالجلال تجھ سے راضی وخوش ہو۔"

یہ بات یاد رکھی جائے کہ مال ودولت کے سلسلے میں جو چیز مذموم ہے، وہ مال و دولت کی محبت اور دنیاداری میں مبتلا ہونا اور اپنی چادر سے باہر پیر پھیلانا ہے۔ یہ خصلت انسان کو مال کا بندہ بنادیتی ہے کہ اس کی ہر سعی اور جدوجہد کا محور، اس کی ہر تمنا وخواہش کا مرکز اور اس کے ہر فعل اور عمل کی بنیاد صرف مال اور زر ہوتا ہے۔ ہمیں مال کا نہیں، اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا چاہئے۔ مالداری بذات خود کوئی مذموم چیز نہیں ہے، کسی شخص کے پاس (حلال ذرائع سے کمایا ہوا) کتنا ہی مال کیوں نہ ہو اور وہ کتنا ہی بڑا دولت مند کیوں نہ ہو، اگر اس کا دل مال و دولت کی محبت میں گرفتار نہیں ہے تو اس کو برا کہنا درست نہیں۔

## مغرب کا کارنامہ

امریکی۔ جانوروں کو پسند کرتے ہیں، خاص طور پر کتوں کو، دکانوں میں ان کی ضرورت کا پورا سامان ملتا ہے، بلکہ بعض ہوٹلوں میں کتے کے لیے بھی وہی سب ہوتا ہے جو عام انسانوں کے لئے ہوتا ہے، ان کے لیے مخصوص بیرے ہوتے ہیں جو اسے اس کا کھانا پہنچاتے ہیں، کتے کے سامنے ٹیلی ویژن چلتا ہے، اور وہ کرسی پر اس کے سامنے آرام سے بیٹھا رہتا ہے، اور کمرہ ایئرکنڈیشنڈ تنہا اس کے لیے ہوتا ہے۔ کتوں کے لیے مستقل شفاخانے ہوتے ہیں اور ان کے لیے مخصوص ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ ان کے لیے باربر کی مخصوص دکانیں اور مخصوص حمام ہوتے ہیں، ایک عورت نے ایک رسالہ کے محرر سے مشورہ طلب کیا کہ میں نے کتے کو اپنے دوسالہ بچہ کی طرح پالا اور چاہا ہے، اب مجھے بچہ ہونے والا ہے، مجھے ڈر ہے کہ میری توجہ جب بٹے گی تو کتے کا دل ٹوٹے گا اور اس کو احساس ہوگا کہ میری طرف سے سابقہ توجہ میں کمی آگئی ہے، آپ مشورہ دیجئے کہ اس کا حل کیا ہو۔ رسالہ محرر نے جواب دیا کہ آپ ایسا طریقہ اختیار کریں جیسا ایک بچہ پیدا ہونے کے بعد دوسرا بچہ پیدا ہونے پر کیا جاتا ہے۔ دونوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھیں اور کوشش کریں کہ دونوں ایک دوسرے سے مانوس ہوجائیں، اور پہلے کو دوسرے کی وجہ سے نظرانداز نہ کریں یہ سب اس کے باوجود ہے کتے کے جسم سے پسو اور دوسری گندگیاں نکلتی ہیں، پیشاب کردیتا ہے، اور بعض وقت بچوں کو نقصان پہنچا دیتا ہے، ایک خبر میں نے پڑھی کہ ایک کتے نے ایک نوزائیدہ بچہ کو کھالیا۔ بچے کے باپ نے کہا کہ بچہ مرے تو دوسرا بچہ پیدا ہوجائے گا لیکن کتا نہ ہوا تو اس کا بدل نہیں ملے گا۔ از یادداشت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم")



ثناء اللہ صادق تیمی

# حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے

قرآن کریم کی بہت سے آیتیں اس حقیقت کو طشت ازبام کرنے کو کافی ہیں کہ یہود و نصاریٰ، مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں۔ وہ کبھی بھی، کسی بھی صورت میں مسلمانوں کے دوست نہیں ہوسکتے اور نہ ہی ان کا بھلا چاہ سکتے ہیں۔ بلکہ جب کبھی موقع ملے گا اور جیسے ہی ملے گا وہ تمام تر وسائل کو بروئے کار لاکر مسلمانوں کو مٹانے کے لئے کوشاں ہوجائیں گے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ قرآن کا یہ بیان صد فیصد صحیح ثابت ہوا۔ چنانچہ اسلام اور مسلمانوں کے اندر پیدا ہونے والا سب سے پہلا فتنہ عبداللہ بن سبا اور دیگر یہودیوں ہی کے خبیث ذہنوں کا تانا بانا تھا۔ عبداللہ بن سبا بھی یہودی ہی تھا اور اس کے بعد بھی جتنے داخلی وخارجی فتنے اٹھے، وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اسی بدباطن قوم کی ازلی خباثت کے نتائج تھے۔ یوں بھی اس نے ہر دور میں موقع ملتے ہی باضابطہ جنگ وجدال کرکے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش کی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو ثابت کرنے کیلئے یقیناً کسی دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ یہ اپنے آپ میں خود بہت بڑی دلیل ہے۔

آج جمہوریت کا بہت بول بالا ہے۔ ہر شخص ڈیموکریسی اور جمہوریت کی دہائی دیتا پھرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ جمہوریت کے اندر کوئی بھید بھاؤ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہے کہ پہلے کے مقابلے میں اب لوگ ذرا فری مائنڈ ہوگئے ہیں مگر یہ اپنی جگہ بالکل اٹل سچ ہے کہ یہ جمہوریت بظاہر تو رسی لگتی ہے لیکن درحقیقت اس کے پیچھے جو عوامل کارفرما ہیں اور اس انگریزی جمہوریت کے خوش کن نعروں کے پس پردہ ہر کارہائے فساد انجام دیئے جارہے ہیں، وہ ننگ آدمیت اور انسانیت کے خوبصورت ماتھے پر سوائے کلنک کے اور کچھ نہیں۔ منصوبہ بند سازشوں کے ذریعہ اس جمہوریت کے علمبرداران اسلام اور مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ علامہ اقبال جو مشرق و مغرب سے یکساں واقف تھے، جنہوں نے دونوں چشموں سے اپنی علمی تشنگی بجھائی تھی اور اپنی زندگی کی اچھی خاصی مدت اس تہذیب کی آماجگاہ میں رہ کر بسر کیا تھا۔ اس جمہوریت کو انہوں نے بڑی دوربیں آنکھوں سے دیکھا تھا اور بالکل درست کہا تھا۔

تم نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

علامہ کے اس نظریہ کی صداقت کے لئے امریکہ کا افغانستان وعراق پر حالیہ ناجائز حملہ یقیناً ٹھوس دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس قرآنی بیان اور تاریخی شہادت کے باوجود، یہ کتنا تعجب خیز معاملہ ہے کہ اکثر سربراہان ممالک ان ہی یہودیوں کے در پہ جبہ سائی کرتے نظر آتے ہیں۔ یقیناً یہ امت مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ پاکستان، جس کا وجود اسلام ہی کے نام پر عمل میں آیا تھا، وہاں اب اسلام کا مستقبل خطرے میں نظر آرہا ہے۔ اس جملہ کو بہت ممکن ہے کہ بہت سے لوگ لایعنی بات کہہ کر ٹال دیں مگر جب انہیں یہ معلوم ہوگا کہ یہ پاکستان کے اندر اسلام دشمن کی تخم ریزی بڑی ہی چالبازی سے کی جارہی ہے اور خود مسلمانوں کے ہاتھوں ہی مسلمانوں سے اسلام کی دولت غیر مترقبہ کو چھینا جارہا ہے، تو وہ یقیناً اس رائے سے اتفاق کریں گے۔

دنیا جانتی ہے کہ کسی بھی قوم کے عروج وزوال کے اندر اس کے نصاب تعلیم کا کتنا اہم کردار ہوتا ہے، نصاب تعلیم کس طرح لوگوں کے فکری زاویے پر حاوی ہوتا ہے۔ ہمارے دشمن بڑے چالباز، عیار، مکار اور

ہوشیار ہیں، تبھی تو انہوں نے جہاں ٹینک ومیزائل کا سہارا لے کر ہمارے اقتصاد و معاش کو تباہ کرنا شروع کیا ہے، وہیں ہمارے دل ودماغ، قلب وجگر اور فکر وعقیدہ کے اندر انحراف پیدا کرنے کے لئے نصاب تعلیم کو نشانہ بنایا ہے۔ بلاشبہ ہمارے لئے یہ بڑی منحوس خبر ہے کہ امریکہ نے پاکستان کے نصاب تعلیم کے اندر اس کے حسب منشاء ترمیم وتبدیلی کے لئے اس کو موٹی رقم سے نوازا ہے اور پاکستان نے بھی اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کردی ہے۔ چنانچہ جہاں جہاں جہاد وقتال کا بیان تھا، یہودیوں اور نصرانیوں کے اسلام دشمن ہونے کی بات تھی، پردہ کی اہمیت وافادیت کا تذکرہ تھا اور اسلامی جوانوں کے شجاعت بھرے واقعات تھے، انہیں نصاب تعلیم سے نکال دیا گیا ہے اور اس طرح کے تمام مواد سے نصاب تعلیم کو خالی کردیا گیا ہے جو مسلمانوں کو اسلام کے بقاوتحفظ کے لئے سب کچھ کر گزرنے پر ابھارتے اور اسلام کی نعمت پانے کی وجہ سے بلندی مقام کا احساس دلاتے ہیں۔ الغرض غلام نے اپنے آقا کی اس معاملے میں پوری فرمانبرداری کی ہے۔

کسی انگریز مفکر نے بہت پہلے کہا تھا کہ اگر کسی قوم کو برباد کرنا ہوتو اس کی لائبریری کو نذر آتش کردو، وہ قوم خود بخود تباہ وبرباد ہوجائے گی۔ کیونکہ اس کے سامنے اس کے ماضی کی تاریخ نہ ہوگی، جس سے وہ روشنی حاصل کرسکے اور شجاعت وبہادری کے جوہر دکھلاکر اپنے اقدار وروایات کی حفاظت کرسکے۔ امریکہ کا نصاب تعلیم اور مدارس اسلامیہ کو نشانہ بنانے کے پیچھے دراصل یہی فکر کارفرما ہے اور یہ درحقیقت لائبریری ہی کو نذر آتش کرنے کی مکارانہ کوشش اور عیارانہ چال ہے، مگر اس کا دردناک پہلو یہی ہے کہ اس مکاری کو سربراہان مسلم ممالک سمجھ نہیں پارہے ہیں۔ اے کاش! وہ سمجھتے کہ ان کا یہ ظاہری تھوڑا بہت وقتی فائدہ دراصل بہت بڑے خسارے کا پیش خیمہ ہے۔

## رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپئے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔



دانش ریاض

# اسلامی معیشت کے بنیادی اصول

اسلام بنیادی طور پر انسانی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی کے حصول کو گردانتا ہے۔ ''وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِيَعْبُدُوْنِ'' دراصل اسی کی تشریح ہے۔ لہٰذا معیشت وتجارت کے باب میں بھی اسلام نے کچھ بنیادی اصول وضع کئے ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ معیشت وتجارت میں بھی وہ ان رہنما اصولوں کو پیش نظر رکھیں جن کی تعلیم قرآن حدیث میں دی گئی ہے۔ اسلام نے معیشت وتجارت کو فروغ دینے میں جہاں یہ اصول وضع کیا ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے کا حق نہ سلب کرلے وہیں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ ہر فرد کو یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ اپنی بہتر زندگی کیلئے ان جائز طریقوں کو استعمال میں لائے جس سے انسانیت فلاح وکامرانی کی منزل حاصل کرسکے۔

اس نقطے کو اللہ رب العزت نے اس آیت میں بیان کیا ہے کہ ''اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کی جو نعمت ہے اسے یاد کرو! کیا اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کوئی خالق ہے جو تمہیں زمین وآسمان سے روزی دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ لہٰذا تم کہاں بہکائے جارہے ہو (سورہ فاطر: ۳۔) اسی طرح اللہ رب العزت نے دوسری جگہ فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا ہے اور مضبوط طاقت وقوت والا ہے (سورہ الذاریات: ۸۵) زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو (ہود: ۶) کافر ومشرک کو بھی اس حقیقت کا اقرار واعتراف تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ذات نہیں جو انسانوں کے معاشی مسائل کو حل کرسکے۔ قرآن کا یہ ارشاد: تم کہو تو وہ کون ہے جو کان اور آنکھ کا مالک ہے، وہ کون ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ، ان سے کہو! پھر کیوں نہیں ڈرتے؟ (سورہ یونس: ۳۱)

اسی طرح اسلام نے رزق اور معاش کو قضاء اور قدر سے جوڑ دیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ رحم مادر میں انسانوں کے معاش اور رزق کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ بخاری وصحیح مسلم میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے بیان کیا جو صادق ومصدوق ہیں کہ ہر انسان کا تخلیقی ڈھانچہ اس کی ماں کے پیٹ میں اسی طرح تیار کیا جاتا ہے کہ پہلے چالیس دن نطفہ رہتا ہے، پھر چالیس دن علقہ رہتا ہے پھر چالیس دن مضغہ رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے بارے میں سب باتیں لکھتا ہے۔ اس کا عمل اس کی مدت، اس رزق، اور وہ برا ہوگا یا بھلا، اس کے بعد اس میں روح پھونکتا ہے۔ (متفق علیہ)

اسی طرح اسلام نے انسان کے معاشی مسئلے کو عقیدۂ آخرت سے بھی جوڑ دیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ میدان قیامت میں جہاں انسانوں سے مختلف سوالات ہوں گے وہاں کسب معاش کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا کہ مال کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ جامع ترمذی میں عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میدان قیامت سے انسان ہٹ نہیں سکتا جب تک کہ اس پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے، عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں لگایا، جوانی کے بارے میں کہ اس کو کہاں گزارا اور مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا۔

اسلام کے ان بنیادی اصولوں کے بعد جب آپ دنیا کے موجودہ نظام کا جائزہ لیں گے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ کمیونزم سوشلزم اور سرمایہ دارانہ سماج کے علمبرداروں نے انسان کے معاشی مسئلے کو ان بنیادی تعلیمات سے ہی کاٹنے کی کوشش کی ہے، یہی وجہ ہے کہ سماج کے اندر جو نابرابری پیدا ہوئی ہے اس میں خود ساختہ نظاموں کا بڑا عمل دخل ہے۔ جدید نظام نے امیر کو امیر ترین اور غریب کو غریب تر کرنے کے لئے ''سود'' کو متعارف کرایا تو اسلام نے اس کی قباحت سے تمام لوگوں کو روشناس کرایا ہے اللہ رب العزت کا یہ ارشاد کہ ''لہٰذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لئے وہ سود خوری سے باز آجائے تو وہ جو کچھ پہلے کھا چکا، سو کھا چکا اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اس حرکت کا اعادہ کرے گا وہ جہنمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے۔ اور صدقات کو نشونما دیتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بدعمل کو پسند نہیں کرتا۔

(بقرہ: ۲۷۶/۲۷۵)

اس وقت پوری دنیا عالمی کساد بازاری میں مبتلا ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات میں اسلام کے مذکورہ بالا اصولوں کی خلاف ورزی ہی اصل ہے۔ پہلے جب دنیا معاشی بحران میں مبتلا ہوئی تو اس وقت لوگ کھانے کو اس لئے ترس گئے کہ دنیا میں ''سامان زیست'' کی کمی واقع ہوگئی تھی اور چند لوگوں کے پاس ہی تمام چیزیں سکڑ گئی تھیں۔ البتہ اس وقت معاملہ یہ ہے کہ ''سامان زیست کی افراط ہے اور اس کا کوئی خریدار نہیں۔ نت نئے انکشافات نے اگر دنیا کو ترقی یافتہ بنایا تو اس سے مستفید ہونے والے صرف وہی لوگ ہیں جن کے پاس قوت خرید ہے۔ وہ لوگ جو اوسط آمدنی کے حامل ہیں آج بھی جدید انکشافات سے محروم ہیں جنہیں سرمایہ دار طبقہ طریقہ استعمال میں لارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت عالمی کساد بازاری سے سب سے زیادہ متاثر دراصل وہی ہیں جو سرمایہ دار ہیں کیوں کہ اب ان کا وہ سرمایہ پھل دار ثابت نہیں ہورہا ہے۔ عام غریب طبقہ اس نازک دور میں بھی اسی سکون واطمینان کے ساتھ ہے جس طرح وہ پہلے زندگی بسر کررہا تھا۔

اسلام نے تجارت کے لئے شرکت ومضاربت پر زور دیا ہے۔ شرکت یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایوں کے ساتھ اس معاہدے کے تحت شریک ہوں کہ سب مل کر کاروبار کریں گے اور کاروبار کے نفع ونقصان میں متعین نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں گے، جب کہ مضاربت یہ ہے کہ ایک فریق سرمایہ فراہم کرے اور دوسرا اس سرمایہ سے کاروبار کرے۔ اس معاہدے کے تحت کہ اسے کاروبار کے نفع میں ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔ مضاربت کی صورت میں بھی مال فراہم کرنے والے اور کاروبار کرنے والے متعدد افراد ہوسکتے ہیں۔ یعنی سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور اس سے چند آدمی مل کر کاروبار کریں، یا سرمایہ ایک فرد کا ہو اور اس سے چند افراد مل کر کاروبار کریں، یا سرمایہ ایک فرد کا ہو اور اس سے چند افراد مل کر سرمایہ فراہم کریں اور اس سرمایہ سے ایک فرد کاروبار کرے۔ یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ روایت ہے کہ سائب بن شریک کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تجارت میں شرکت کی تھی۔ مدینے میں ان سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کا ذکر فرمایا اور اس شرکت کو پسندیدگی کے ساتھ یاد فرمایا۔ (ابوداؤد)

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ہے کہ مضاربت میں برکت ہے۔ نیز فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی وہ مثل قیدی کے ہے۔ لہٰذا اے اللہ کے بندو! اس کے ساتھ مضاربت کرو، اسے قرض دو (سرخسی المبسوط) یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے زید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کی تھی۔ آپؓ نے بیت المال کی جانب سے بھی مضاربت کا طریقہ اختیار کیا تھا، نیز آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ یتیموں کا مال مضاربت کے طور پر کاروبار کے لئے دیتے تھے تا کہ اس میں اضافہ ہو۔



اسلام نے تجارت کو فروغ دینے کے لئے اگر شرکت ومضاربت کی تحسین کی ہے تو بازار میں نرخ برابر رہے، اس کے لئے احتکار کی ممانعت کی ہے۔ 'احتکار' (Hoarding) اموال کو مہنگے داموں میں فروخت کرنے کی خاطر ان کی رسد گھٹانے کے طریقے کو کہتے ہیں۔ عموماً تاجر حضرات سامان کی قیمت بڑھانے کے لئے سامان کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور پھر بعد میں چور دروازے سے فروخت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے عام گاہک کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دراصل اسلام نے اسلامی معیشت کے جن اصولوں کو متعارف کرایا ہے، وہ نہ صرف تمام لوگوں کو سکون پہنچانے والا ہے، بلکہ عالمی امن کا پیامبر بھی ہے۔ کیونکہ دولت ہی ہے، جس کی حرص وہوس نے پوری دنیا کو پاگل کئے رکھا ہے۔ کروڑپتی وارب پتی بننے کے ابلیسی رجحان نے جہاں ہر انسان کا چین وسکون غارت کررکھا ہے، وہیں اس نے انسانیت کو بھی شرمسار کیا ہے۔ آپسی محبت، دوسرے کے دکھ درد، ایک دوسرے کیلئے ایثار وقربانی، ان تمام چیزوں کے فقدان کی بڑی وجہ بھی ناجائز رزق کا حصول ہے۔ اگر ہم بنیادی طور پر صرف مذکورہ بالا اصولوں کو پیش نظر رکھیں تو یقیناً دنیا فوری طور پر عالمی کساد بازاری سے نجات پاسکتی ہے۔ لیکن کیا ہم ایسا کرسکیں گے؟

# نعت رسولؐ

راضی خدا کو کرنے کے سامان ہوگئے
''سرکارؐ میری فکر کے مہمان ہوگئے''
سچی طلب تھی سینے میں قربان ہوگئے
شیدا نبی پاکؐ پہ سلمانؓ ہوگئے
انوارِ نبوت کی ضیاء پاشی کے صدقے
اصنام پرست صاحب ایمان ہوگئے
کردارِ نبوت کا یہ اعجاز ہے بالیقین
وحشی، خدا کے فضل سے انسان ہوگئے
حضرت عمرؓ کا واقعہ مشہور ہے آج تک
لینے کو سر چلے تھے مسلمان ہوگئے
عشق نبیؐ کے فیض کی ہلکی سی جھلکیاں
اصحابِ نبی وقت کے سلطان ہوگئے
تعارف ہے مختصر سا یہ تصویر ہماری
سنت نبیؐ کی چھوڑ کر پریشان ہوگئے
دشمن، نبی پاکؐ کی سیرت کو دیکھ کر
گردن جھکا کے آپ پہ قربان ہوگئے
فیضانِ نبوت سے جنہیں مل گیا حصہ
اصحاب وہی صاحب عرفان ہوگئے

: محمد فخر الدین راحت :

ناظمہ عزیز مومناتی

# اتباعِ رسولؐ میں صحابہؓ اور اولیاءؒ کا طرزِ عمل

اطاعت رسول کا مطلب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرتسلیم خم کرنا ہے، یعنی آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنا اور حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری تمام مخلوق پر واجب العمل ہے، بلکہ انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق بھی حضور کے مطیع وفرمانبردار ہے، جیسے ساری مخلوق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع ہے کہ حضوران سب کے رسول ہیں، اس لئے اللہ کے رسول کے فرمان پر سورج لوٹا، اشارہ پر چاند کے دو ٹکڑے ہوئے، حکم پر جانوروں، کنکروں، پتھروں، لکڑیوں نے کلمہ پڑھا۔ رسول کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" (سورۃ النساء) اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کے واسطے سے کی جائے۔ اطاعت الٰہی کے لئے اطاعت رسول شرط ہے کیونکہ اطاعت رسول کے بغیر اطاعت خدا ممکن ہی نہیں ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفہیم وترجمانی کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال و کردار کی ضرورت ہے، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اگر آج حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی ہماری اتباع کرنی پڑتی۔ (مسند احمد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں دخول جنت ہے جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ "من اطاعنی دخل الجنة، ومن عصانی فقد ابی" اطاعت و اتباع رسول ایک طرح کے لفظ ہیں اور ان دونوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ تمام حرکات وسکنات میں سرور کائنات کی فرمانبرداری کی جائے یعنی جس طرح حضورؐ نماز اور روزہ ادا کرتے تھے، ایسی ہی ہم ادا کریں، جس طرح آپ کھانا تناول فرماتے اور پانی پیتے اسی طرح ہم بھی عمل کریں، غرض یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر عمل کیا جائے۔ اطاعت کی اصل روح تو محبت ہے اور محبت سے جو کام کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے، محبت کی اطاعت میں صرف رضاء الٰہی پیش نظر ہوتی ہے، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، ائمہ امت اور اکابرین دین نے قرآن مجید کے ساتھ حضور کی سنتوں اور اتباع کو اپنے اوپر لازم سمجھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں کامیابی عطا کی۔ خلیفہ اولیٰ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص ہونے کا شرف حاصل ہے، آپ نے زندگی کے اکثر شب و روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزارے۔ غرضیکہ سفر و حضر، خلوت و جلوت، جنگ و صلح اور بہت سے اہم واقعات میں آپ اللہ کے پیارے رسولؐ کے ساتھ رہے، اس لئے آپ نے اپنی زندگی کے ہر پہلو کو اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رنگ لیا تھا، جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی آپ نے بھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر وہ عبادت کی جیسے حضورؐ نے کیا۔ تقریباً سونے، بیٹھنے، کھانے، پینے، چلنے پھرنے کلام کرنے میں، گویا کہ حضورؐ کی چھوٹی سنت پر بھی عمل کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دستور عمل کا سب سے زریں صفحہ اتباع سنت تھا، عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ہرگز بوسہ نہ دیتا۔ حضرت عثمان غنیؓ اپنے کردار اور سیرت کے اعتبار سے بے مثل اوصاف کے مالک تھے، آپ کی رگ رگ میں عشق رسول اور اتباع سنت کا جذبہ موجزن تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، ایک دفعہ مسجد کے دوسرے دروازے پر بیٹھ کر بکری کے گوشت کا پٹھا منگوایا اور کھایا اور بغیر تازہ وضو کئے ہوئے نماز کو کھڑے ہوگئے۔ پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا اور اسی طرح کیا تھا۔ خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اتباع سنت میں یگانہ روزگار تھے اور خود سنت رسول پر کاربند تھے، اس طرح آپ نے دوسروں کو سنت و اتباع رسول کا درس دیا حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی از حد اتباع کرتے تھے۔ جس مقام پر آپ نے نماز پڑھی ہوتی وہیں نماز پڑھتے یہاں تک کہ حضور ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تھے تو ابن عمر اس درخت کی بڑی نگہداشت کیا کرتے تھے اور اسے پانی دیا کرتے تھے تاکہ وہ خشک نہ ہوجائے۔ (کنز العمال) ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جس کے سامنے کھانے کے لئے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ کو کھانے کے لئے بلایا تو آپ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کردیا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ میں بھلا ان لذیذ اور پرتکلف کھانوں کو کھانا کیوں کر گوارا کرسکتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک مومن کے لئے سنت کی پیروی لازم اور ضروری ہے اور یہی وہ محفوظ راہ ہے جس کے ذریعہ آدمی اپنے کو ہر طرح کے فتنوں اور گمراہیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے، وہ خود بھی سنت کے متبع تھے اور دوسروں کو بھی سنت کی پیروی کی تلقین کرتے تھے۔ حضرت ابویزید بسطامیؒ فرماتے ہیں، میں نے ارادہ کیا کہ اللہ سے کھانے کی طرف رغبت اور عورتوں کی جانب خواہش کو ختم کرنے کا سوال کروں، مگر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ جب اللہ کے رسولؐ نے ایسا نہ کیا تو میں کیوں خلاف سنت کروں۔ لیکن اللہ نے میرے دل کی بات پوری کردی اور یہ حالت ہے کہ عورت سامنے آئے تو اتنی پروا بھی نہیں کرتا کہ یہ دیوار ہے یا عورت۔

بہرحال تقاضہ محبت یہی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو محبت سے اپنایا جائے، ان کی ایک ایک ادا پر دل فدا اور جان قربان کی جائے، عقیدت کے پھول اتباع رسول کی صورت میں نچھاور کئے جائیں جیسا کہ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ، اولیاء عظامؒ کا طرز عمل رہا ہے لیکن موجودہ ماحول کا ایک جائزہ لیا جائے تو یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ آج مسلمانوں کی صورتحال یہ ہے کہ وہ اتباع رسول اور سنت رسول سے بہت دور ہیں، زندگی کے ہر شعبہ میں سنت رسولؐ کا دامن ہمارے ہاتھوں سے چھوٹا ہوا ہے۔ ہم عملی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کا راستہ اختیار کریں تاکہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی ہمارے ساتھ شامل حال رہے اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہم پر نازل ہوں تاکہ ہم اس سے استفادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سارے مسلمانوں کو اتباع رسول کے مطابق زندگی گذارنے کا سلیقہ عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔

●●●

خدیجہ حبیب

# تحقیق و جستجو

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بلند رتبہ عطا کر کے اشرف المخلوقات کے اعلیٰ درجے پر فائز کیا اور اس کے سپرد معاشرے کی اصلاح و بہتری کے واسطے کوشش جد و جہد عمل اور غور وفکر کا کام کیا۔ جس دن انسان عقل و شعور کی وادی میں پہلا قدم رکھتا ہے اسی دن سے وہ دماغ میں ڈیرہ جمائے سوالات اور الجھنوں کو سلجھانے کی تگ و دو میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اسی سعی میں وہ جیسے جیسے آگے بڑھتا ہے اس کا سامنا تصور سے بالا حقائق سے پڑتا ہے اور پھر انکشافات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کا اختتام کب ہوگا یہ کوئی نہیں جان سکتا۔ خوب سے خوب تر کی جستجو دماغ میں اٹھنے والے سیکڑوں جواب طلب سوالات انسانی عقل کی گہرائی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی ان دیکھی طاقت کی موجودگی کا احساس انسان کو تحقیق پر آمادہ کرتا ہے۔ تحقیق کے معنی اصلیت معلوم کرنا ہے۔

مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں مادی چیزوں میں تحقیق اور دریافت کے لئے تجرباتی طریقے کو اپنایا اور تحقیق کے لئے یہ اصول بنالیا کہ اسے تجربے کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ اس مقصد کے لئے باقاعدہ تجربہ خانے بنائے گئے۔ تجربے کے نتیجے میں اخذ کئے جانے والے نتائج قلم بند کئے گئے بعد میں اہل یوروپ میں یہ سلسلہ جاری رکھا اور یوں اس شعبے میں وسعت آگئی۔

تحقیق کا شعبہ روز بروز وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ انسانی عقل دنگ ہے اور زبان گنگ ہے کہ یہ دنیا کتنی عجیب ہے اور اپنے اندر کتنے راز چھپائے بیٹھی ہے انسان جیسے جیسے ترقی کر رہا ہے ویسے ویسے اپنی فطرت میں پوشیدہ جستجو کے مادہ سے نبرد آزما ہے، جو اسے ایک پل کے لئے چین نہیں لینے دیتی۔ ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے وہ یہ جان چکا ہے کہ کائنات اتنی وسیع ہے جس کا تصور بھی محال ہے۔ آج کا ہر عقل مند اور علم دوست انسان یہ مانتا ہے کہ تحقیق سے نئی دنیا مل سکتی ہے مگر دنیا بھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں جو دوسروں پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں جو بظاہر تو خود کو فلسفی و دانشور گردانتے ہیں مگر جہاں بات تجربات کی بنیاد پر عمل کی آجائے وہاں ان کی کاہلی عزائم پر غالب آجاتی ہے۔ بڑھتے ہوئے قدم روک دیتی ہے اور سوچ پر پہرے بٹھا دیتی ہے۔ ایسے افراد ایک خول میں مقید ہو کر رہ جاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ”دوسرے کے چراغ سے روشنی ڈھونڈنے والے ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتے ہیں۔ اور جو لوگ وقت کی اہمیت اور حالات کا تقاضہ جان جاتے ہیں وہ افراد مسلسل جدوجہد میں مصروف ہیں۔ وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنی سوچوں اور خیالات کو سیدھے راستے کا راہی بنا کر انسانیت کی فلاح و بقا کو مدنظر رکھ کر تحقیق و ترقی کا دائرہ کار انفرادی فوائد کے بجائے اجتماعی فوائد تک وسیع کیا جائے۔

جو ہوسکے تو تقاضائے پہچانو
گھروں میں بیٹھ کر اوروں پر تبصرہ نہ کرو
دعا بھی صرف عزائم کا ساتھ دیتی ہے
دوائے درد بھی ڈھونڈو فقط دعا نہ کرو

لہٰذا بہ حیثیت مسلمان رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر لکیر کا فقیر بننے اور اپنے تئیں فلسفی بننے کے بجائے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وقت کا درست استعمال کرتے ہوئے اپنی فہم و فراست کی بنیاد پر قرآن کا سہارا لے کر زندگی کا اولین مقصد غور وفکر اور کوشش ہی کو بنایا جائے۔ علم کو محض اعلیٰ ڈگریوں کے حصول کا ذریعہ بنانے کے بجائے اصلاح اور وسعت ذہن کا ذریعہ بنایا جائے۔ تمام تر مہیا وسائل کا استعمال کرتے ہوئے زندگی کے چھوٹے بڑے مقاصد کا تعین کیا جائے۔ تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج جو سہولتیں میسر ہیں ان کے موجد کوئی خاص الخاص مخلوق نہ تھے بلکہ ہماری ہی طرح کے عام افراد تھے۔ غرض اگر ہم معاشرے میں بہتری کے خواہاں ہیں اور ترقی کرنا چاہتے ہیں تو اس



کے لئے ضروری ہے کہ ہم تحقیق کے میدان میں اپنے قدم مضبوطی سے جمالیں۔ بہت کچھ دریافت و ظاہر ہو چکا ہے اور اس سے کئی گنا ابھی انسانی عقل و آنکھ سے پوشیدہ ہے۔ بے شمار راز ایسے ہیں جن سے پردہ اٹھنا ابھی باقی ہے۔ بہت سی توجہ طلب باتوں کو ابھی سمجھنا ہے اور تنگ نظر لوگوں کو سمجھانا ہے۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے معیار زندگی بلند ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی اقدار زوال پذیر ہو رہی ہیں لہٰذا اپنی روایات اور انسانیت کے احترام کو معاشرے کا لازمی حصہ بنانے کیلئے مل جل کر کام کرنا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تحقیق ہی دراصل سمت کا تعین کرتی ہے اور حقائق سامنے لاتی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ ”خدا کی کائنات میں بے شمار نشانیاں ہیں غور کرنے والوں کیلئے۔“

بہر حال مستقبل سے بے شمار امیدیں وابستہ ہیں خوابوں کی تکمیل ممکن بنانے کے لئے کوشش تو جاری ہے۔ دیکھتے ہیں کہ انسانی نظر کہاں تک رسائی حاصل کرتی ہے۔ ضرورت صرف مقاصد کا تعین کرنے کی ہے۔ اگر مسلسل سعی کو دیانت داری کے ساتھ زندگی کا شیوہ بنالیا جائے اور ایک ایسی دنیا کی تلاش کی جائے جہاں حقیقی امن و سکون ہو تو بہت ممکن ہے ہم سب ”تحقیق“ کے سہارے ”اپنے مقرر کردہ اہداف سے زیادہ حاصل کرلیں۔“ کیونکہ یہ بات تو روز اول سے عیاں ہے کہ ”تحقیق سے نئی دنیا مل سکتی ہے۔“

●●

# مہمانی اور میزبانی کے آداب

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں دیگر امور معاشرت، رہن سہن کے آداب کی تعلیم دی گئی ہے، وہیں مہمان کی ضیافت اور خاطر مدارات پر بھی زور دیا گیا ہے، اسی لیے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے مہمان نواز اور بڑے فیاض تھے، آپؐ نے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم مہمانوں کی بھی ضیافت بڑے اہتمام کے ساتھ فرمائی ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دن مہمان نوازی کا حق ہے، پہلے دن اہتمام کے ساتھ اور بعد کے دنوں میں جو بے تکلیف میسر آجائے کھلا دیا جائے، اس میں مہمان کی بھی رعایت ہے اور میزبان کی بھی، بلکہ بعض صورتوں میں تو میز بانی کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ (ترمذی: ۲/۱۸)

اس حدیث سے ضیافت اور مہمان نوازی کی کا ثبوت ملتا ہے اور صحابہ کرام کو اس کے آداب کی تلقین کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ مہمان کیلئے مستحب ہے کہ میزبان جہاں بٹھانے کا نظم کریں وہاں بیٹھے، جو کچھ کھانے کے لیے پیش کیا جائے اسی پر راضی رہے، صاحب خانہ کی اجازت سے نکلے اور واپس ہوتے ہوئے دعا دے۔

مدعوئین ایک دوسرے کو کھانا لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بعضوں نے اجازت دی ہے اور بعضوں نے منع کیا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے اس کا انحصار عرف پر ہے، جہاں کے عرف میں مہمانوں کا اس طرح ایک دوسرے کو کھانا لگانا مروج ہو اور اس پر میزبان کو ناگواری نہ ہوتی ہو وہاں ایک دوسرے کو کھانا لگانا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

میزبان کے لیے مستحب ہے کہ مہمان سے خندہ پیشانی اور گرم جوشی سے ملے، خوش دلی کا مظاہرہ کرے، کھانا پیش کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے کے لیے پانی پیش کرے کھانے کے درمیان اصرار شدید سے قطع نظر مہمان سے مزید کھانے کی خواہش کرے، مہمانوں سے پر لطف گفتگو کرے اور مہمان کے پاس سے غائب نہ رہے، اس کی موجودگی میں اپنے خدام پر برہم نہ ہو، مہمانوں کے پاس ایسے شخص کو نہ بٹھانا چاہئے جس سے ان کو گرانی اور تکلیف ہو، سب سے اچھی بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے مطابق مہمان نوازی اور میزبانی کا فریضہ بذات خود انجام دینا چاہئے، اس سے میزبان کی شخصیت کو بھی تقویت ملے گی اور مہمان کے دل میں آپ کی وقعت و منزلت مزید مستحکم ہوگی۔

میزبان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے: "اللّٰهم بارك لهم في ما رزقتهم واغفر لهم وارحمهم" اور مہمان کے لیے بعد طعام یہ دعا ثابت ہے: "افطر عندكم الصائمون واكل طعامكم الابرار وصلت عليكم الملائكة.

☆☆☆

راسیہ نعیم ہاشمی

# ان ہواؤں نے میرا راستہ ہموار کیا

ایک کسان کا گدھا چلتے چلتے اچانک ایک کنویں میں گر پڑا۔ گدھا زور زور سے مدد کے لئے چلانے لگا جب کہ کسان اسے باہر نکالنے کے طریقے سوچنے لگا۔ جب کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آئی تو کسان نے سوچا کہ گدھا تو کافی بوڑھا ہو چلا ہے اب وہ اس کے کسی کام کا بھی نہیں، اس لئے گدھے کو کنویں سے باہر نکالنے کے لیے جد و جہد کرنا سودمند نہ ہوگا اور یوں بھی کنویں کی بھی بھروائی ہونی ہی تھی۔ چنانچہ اس نے پڑوسیوں کو مدد کے لئے بلایا سب نے پھاؤڑوں کی مدد سے مٹی کنویں میں ڈالنی شروع کی۔ شروع میں جب گدھے نے یہ جانا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے تو وہ زور زور سے چلانے لگا۔

لیکن کچھ دیر بعد اس کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ چند پھاوڑے مٹی کنویں میں ڈالنے کے بعد جب کسان نے کنویں میں جھانک کر دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس نے بڑا حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ جوں ہی گدھے کی پیٹھ پر مٹی کا ایک ڈھیر پڑتا وہ اسے اپنی پیٹھ پر سے جھٹک دیتا اور ایک قدم اوپر چڑھ آجاتا۔ جوں جوں اس کی پیٹھ پر مٹی کا ایک ایک ڈھیر ڈلتا گیا وہ اسے جھٹک جھٹک کر ایک ایک قدم اوپر چڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی وہ سب حیران رہ گئے جب گدھا کنویں کی منڈیر پر چڑھ کر باہر نکل آیا اور اپنی منزل کی سمت بڑھ گیا۔

ہماری زندگی میں بے شمار ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جو ہمیں کافی حد تک نا امیدی کے کنویں میں ڈھکیل سکتے ہیں۔ کبھی امتحانات میں ناکامی کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے تو کبھی تلاش معاش میں ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ کبھی کوئی اہم رشتہ دار داغ جدائی دے کر حواس چھین لیتا ہے تو کبھی تجارت میں نقصان ہمارے حواسوں پر چھا جاتا ہے۔ غرض ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہماری کشتی حیات منزل کی سمت بنا ڈگمگائے، بنا ہچکولے کھائے خراماں خراماں چلی جا رہی ہو۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ باد مخالف کے جھونکے اور تند لہریں ہماری کشتی حیات کو ڈگمگانے اور ہچکولے کھانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

جب ہم ان حالات کا شکار ہو کر نا امیدی اور دل شکستگی کے کنویں میں غرق ہو جاتے ہیں تو ہمارے آس پاس کے لوگ ہمیں اس کنویں سے نکالنے کی تدبیر کرنے کے بجائے ہم پر مٹی کے ڈھیر انڈیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی طنز و تشنیع کی شکل میں، کبھی تحقیر و تذلیل کی شکل میں۔ اس سے چھٹکارا پانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے اپنے حواس اور ذہن سے جھٹک کر ایک قدم اور آگے بڑھا لیا جائے۔ جب ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہی چیزیں ہمارے لیے زینے کا کام دیں گی اور ہم زینہ بہ زینہ منزل سے قریب تر ہوتے جائیں گے۔

جن ہواؤں سے الجھتی رہی ساری دنیا
ان ہواؤں نے میرا راستہ ہموار کیا

## عیب نہ ٹٹولو، ٹوہ نہ لگاؤ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدگمانی سے بچے رہو، بدگمانی سخت جھوٹ ہے اور ٹوہ نہ لگاؤ، کسی کے عیب نہ ٹٹولو اور صرف قیمت بڑھانے کیلئے سودے میں دخل اندازی نہ کرو، جب کہ خریدنے کا ارادہ نہیں، حسد اور بغض اور ترک ملاقات نہ کرو۔ اللہ کے بندو! سب بھائیوں کی طرح میل ملاپ اور محبت سے رہو۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا: مومن (دوسرے) مومن کیلئے دیوار کی مانند ہے کہ بعض، بعض کیلئے تقویت کا باعث ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر ارشاد فرمایا: ''اس طرح''۔ (بخاری و مسلم)



مفتی راشد حسین ندوی

# سوال و جواب

**سوال:** زید نے ایک ویران مکان کی لکڑی مالک کی اجازت کے بغیر اٹھا لی اور اس سے تانگہ بنوالیا۔ اب وہ پشیمان ہے کہ اللہ کے یہاں میری پکڑ ہوگی ایسے حالات میں زید کیا کرے؟

**جواب:** صورت مسئولہ میں مذکورہ تانگہ سے نفع اٹھانا اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک اس اٹھائی ہوئی لکڑی کی قیمت اس کے مالک کا پتہ لگا کر اس کے حوالے نہ کردے، قیمت دیدینے کے بعد یہ شخص تانگہ کا مالک ہو جائے گا اور نفع اٹھانا درست ہوگا، اور اگر ابھی تک استعمال کر رہا ہے تو اب فوراً استعمال سے روک دے اور پوری ایمانداری کے ساتھ مالک کو تلاش کرے اور لکڑی اٹھاتے وقت اس کی جو قیمت تھی وہ اس کے حوالے کرے اور اس غلطی پر اللہ سے توبہ واستغفار کرے۔

(قدوری۔ ص۱۴۲ شامی۔ ۵۔۱۳۴۔۱۲۸)

**سوال:** میں امسال حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لئے فارم بھر چکی ہوں میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، میری عمر بھی ساٹھ سال ہو رہی ہے، چونکہ میرا کوئی حقیقی محرم نہیں ہے اور عرصہ سے میں نے زید کو اپنا بھائی کہا ہوا ہے اور وہ بھی بڑی بہن کی طرح میرا خیال کرتے ہیں وہ اور ان کی اہلیہ حج میں میرے ساتھ رہیں گے، اس لئے گزارش ہے کہ میری مجبوری کو دیکھتے ہوئے مجھے میرے بھائی اور بھاوج کے ساتھ فریضۂ حج ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

**جواب:** ہم آپ کے دینی جذبات کی قدر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے دینی جذبات میں اضافہ فرمائے آمین، لیکن اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والے کے لئے اصل حیثیت اللہ اور رسول کے حکم کی ہونی چاہئے نہ کہ جذبات کی، پھر میری کیا مجال کوئی بھی مولوی یا مفتی صریح احکام کے ہوتے ہوئے اپنی طرف سے تو کسی چیز کی اجازت نہیں دے سکتا، ہم تو قرآن وحدیث میں آنے والے حکم کو صرف بیان کر سکتے ہیں، اپنی طرف سے تو گڑھ نہیں سکتے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو محرم کے بغیر سفر کرنے سے صراحت سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے: لاتحج امرأة الا ومعها محرم (زجاجة المصابيح ۲/۱۰۱) (کوئی عورت محرم کے بغیر حج نہ کرے) اور مسلم شریف کی روایت میں ہے: اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں وہ بغیر (باپ بھائی یا شوہر وغیرہ) محرم کے تین یا اس سے زیادہ دنوں کا سفر کرے۔ (مسلم) ظاہر ہے یہ حکم بوڑھی جوان تمام عورتوں کے لئے ہے، جہاں تک زید کا تعلق ہے شرعاً ان کو نہ آپ کا بھائی قرار دیا جا سکتا ہے یا نا محرم، لہٰذا ان کے ساتھ حج پر جانا آپ کے لئے درست نہیں ہے۔

(فتاوی قاضی خاں ۱/۸۷)

**سوال:** زید نے اپنی زمین مجمع عام کے سامنے ایک مدرسہ میں وقف کر دی اور قبضہ بھی دلا دیا، زمین مدرسہ کی طرف سے جوتی بوئی گئی پھر زید اپنی بات سے پلٹ گیا اور اس نے اپنی زمین کی مدرسہ والوں سے قیمت طلب کی، مجبوراً مدرسہ والوں کو قیمت دینی پڑی، کیا زید کیلئے شرعاً یہ قیمت لینا درست ہے؟

**جواب:** صورت مسئولہ میں اگر آپ کی بیان کردہ تفصیلات درست ہیں تو وقف مکمل ہو چکا تھا، لہٰذا زید کے لئے اس کا معاوضہ لینا درست نہیں تھا، اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بنیاد پر اس نے زمین کا معاوضہ لے لیا تھا تو اس کو واپس کر دینا چاہئے، اور اس غلطی پر اللہ سے توبہ استغفار کرنا چاہئے۔

(شامی ۳/۳۹۲، ۳۹۹)

**سوال:** وراثت تقسیم کرتے وقت پہنے ہوئے کپڑوں کی تقسیم کرنے کی کیا صورت ہوگی، کیا یہ کپڑے غریبوں کو دیئے جا سکتے ہیں؟

**جواب:** ورثاء راضی ہوں تو یہ کپڑے غریبوں کو دیئے جا سکتے ہیں ورنہ ضابطہ کے مطابق تقسیم کئے جائیں۔

# موسم گرما کی تعطیلات

## ان کا صحیح استعمال کیجئے

دسویں اور بارہویں کے بعد اب پرائمری اور ہائی اسکول کے طلبہ کی بھی گرمائی تعطیلات شروع ہو چکی ہیں۔ سال بھر انتہائی مصروف دن گزارنے کے بعد طلبہ چھٹیوں میں شرارتیں کرنا اور بے فکری و آزادی کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔

لیکن اکثر خواتین بچوں کی چھٹیوں سے پریشان ہو جاتی ہیں کہ چھٹیوں میں بچے بہت تنگ کرتے ہیں۔ اگر مائیں سمجھداری سے کام لیں تو یہ چھٹیاں بھی مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

جیسے جیسے گرمیوں کی چھٹیوں کے دن قریب آتے جاتے ہیں، والدین خصوصاً ماؤں کی راتوں کی نیندیں اڑنے لگتی ہیں، ان کے لئے وہ منظر بڑا ہی پریشان کن ہوتا ہے کہ جب سارا دن بچے گھر پر ہوں گے اور وہ دھینگا مشتی ہوگی کہ خدا کی پناہ......

ابھی چھٹیاں شروع ہی ہوئی تھیں کہ ثریا بیگم گھبرا اٹھیں اور بچوں کو سمر کیمپ میں داخل کرانے کا سوچنے لگیں۔ بیگم وقار نے اپنے بیٹے کو کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ میں داخل کروا دیا۔ مہرین بی بی پریشانی کے عالم میں بار بار اسکول والوں کو موردِ الزام ٹھہراتی ہیں کہ آخر یہ اسکول والے اتنی لمبی چھٹیاں دیتے ہی کیوں ہیں؟............ وغیرہ۔

یہ تو تھا مختلف گھرانوں کی ماؤں کی پریشانیوں کا ایک چھوٹا سا نقشہ۔ مگر سب مائیں ایک سی نہیں ہوتی۔ اگر آپ واقعی اپنے بچے کو معاشرے کے لئے ایک کارآمد فرد بنانا چاہتی ہیں تو یہ اللہ کی طرف سے ایک موقع ہے، اسے ہرگز ضائع نہ کریں اور قطعاً پریشان نہ ہوں، بلکہ ان چھٹیوں میں اپنے بچوں کو مختلف طریقوں سے یہ باور کرائیں کہ وہ آپ کے لئے اور اس ملک وملت کے لئے کتنے اہم ہیں، ان کے بغیر آپ کتنی ادھوری ہیں۔ انہیں یہ خود اعتمادی صرف اور صرف آپ ہی دے سکتی ہیں۔

بچوں میں احساس ذمہ داری، آزادی اور خود اعتمادی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ کے بچوں کو آزادی سے سوچنے اور عمل کرنے کے مواقع میسر نہیں ہوں گے تو ان میں یقیناً خود اعتمادی اور فیصلے سازی کی کمی ہوگی۔ باپ چونکہ فکر معاش کے سلسلے میں زیادہ وقت باہر ہی گزارتا ہے اور بچے کا زیادہ واسطہ ماں سے ہی رہتا ہے تو اگر آپ کے بچوں میں کوئی کمی ہے تو کیوں نہ یہ چھٹیاں آپ اپنی سمجھداری سے بچوں کی خامیوں کو غیر محسوس طریقے سے دور کرنے میں گزار دیں۔ آپ کا کردار بچے کی تربیت کے ضمن میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ ماں کی محبت بھری نرم گفتگو اور پرسکون مشفق چہرہ بچے کے لئے دو جہاں کی نعمتوں سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ یاد رکھئے، بچوں سے کبھی بھی ان کی عمر اور صلاحیتوں سے بڑھ کر توقعات نہ رکھیں۔ آیئے اب ہم آپ کو ان چھٹیوں کو کارآمد بنانے کے لئے کچھ ٹپس دیتے ہیں مثلاً:

- چھٹیوں میں بچوں کو مطالعے کی ترغیب دی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے اگر بچے من پسند کھیل کے ساتھ ساتھ مطالعے کا مفید تصور پیش کیا جائے تو بچہ یقیناً اس میں بے حد دلچسپی لے گا۔ اس کی عمر کے مطابق اگر ایک چھوٹی سی لائبریری بنا دی جائے اور اس کو اس کا استعمال سکھایا جائے تو یقیناً یہ اس کے لئے کارآمد ثابت ہوگا۔
- اگر بچے کو رنگ بھرنے کا شوق ہے تو آپ اسے ڈرائنگ کی کتابیں لا دیں۔ آج کل مارکیٹ میں اس طرح بہت سی کتابیں



دستیاب ہیں جن میں پھول، پتے، پھل، سبزی، دالیں، جانور، انسان، کارٹون، قدرتی مناظر غرضیکہ مختلف تصویریں بنی ہوتی ہیں جن میں رنگ بھرنے ہوتے ہیں۔ آپ بچے کے رجحان کے مطابق خریدیں۔

- چھوٹے بچوں کی مائیں زیادہ پریشان ہوتی ہیں کہ اتنے چھوٹے بچوں کو آخر وہ کیسے مصروف رکھیں تاکہ وہ سکون سے گھریلو امور انجام دیتی رہیں۔ ایک دلچسپ عمل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بڑے پیالے میں مختلف دالیں مکس کر دیں اور بچے کو کہیں کہ انہیں الگ الگ کریں، آپ دیکھئے کہ بچہ کس قدر انہماک سے یہ کام سرانجام دیتا ہے۔

ایک عام مشاہدہ یہ ہے کہ اسکول میں یعنی عصری تعلیم کی مصروفیت بچوں کو دینی امور سے دور رکھتی ہے اور وہ اپنے مذہب کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتے۔ چھٹیاں بہترین موقع ہے کہ بچے دینی تعلیم کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت دے سکتے ہیں۔ انہیں کسی اچھے مدرسے میں داخل کروائیں، دین کی بنیادی باتیں سکھائیں، خود بھی عمل کریں تاکہ آپ کو دیکھ کر بچوں میں بھی جذبہ پیدا ہو۔

اگر مائیں اپنے بچوں کو بہت مہنگے کھلونے خرید کر دیتی ہیں مگر کچھ عرصے استعمال کے بعد یا تو وہ خراب ہو جاتے ہیں یا پھر بچوں کا ان سے دل بھر جاتا ہے۔ اس لئے بچوں کو آپ ایسے ہی کاموں میں مصروف رکھیں جس میں انہیں مزہ بھی آئے۔ اس دوران آپ بچوں کو بہت کچھ سکھا بھی سکتی ہیں مثلاً کپڑوں میں بٹن لگانا۔ اکثر لاپرواہی کی وجہ سے بچوں کی شرٹس کے بٹن ٹوٹ جاتے ہیں۔ چھٹیوں میں آپ بچوں کو بتا سکتی ہیں کہ کس طرح بٹن ٹانکے جاتے ہیں۔ یقیناً یہ بچوں کے لئے ایک الگ کام ہوگا۔ اس طرح ان میں اپنے کام کرنے کی بھی عادت پیدا ہوتی ہے۔

کرنے کے لئے تو بہت کچھ ہے۔ سمر کیمپ سے لے کر خوشخطی کی کلاسیز اور سلائی کڑھائی کی کلاس سے لے کر پیشہ وارانہ کورسیز تک، بے شمار راستے ہیں۔ بس بچے کی عمر، رجحان اور ضرورت کو مدنظر رکھئے۔

آپ جس طرح بچوں کو اسکول کے دوران ٹائم ٹیبل مقرر کرتی ہیں کہ ابھی بچے کو اسکول بھیجنا ہے، پھر ٹیوشن، پھر ہوم ورک...... اسی طرح چھٹیوں میں بھی ایک ٹائم ٹیبل بنایئے۔ ایک مرتبہ بچے سیٹ ہو جائیں گے، پھر آپ دیکھئے کہ چھٹیاں کدھر گزر گئیں پتہ ہی نہیں چلا، اور فائدہ یہ کہ بچوں نے اچھی باتیں سیکھیں، وقت ضائع نہیں کیا بلکہ وقت کا صحیح استعمال کیا۔ بس آپ کو تھوڑی سی سمجھداری اور دور اندیشی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

●●

بقیہ...... صنف نازک اور فیشن

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ "مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ."

(سورہ النحل: ۹۷)

"یعنی جو شخص نیک عمل کرے مرد یا عورت لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے اسلام کی نظر میں عورت دنیا کی سب سے بیش بہا اور سونے چاندی سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المراة الصالحة" (احمد: ۲/ ۱۶۸، عبد بن حمید ۳۲۷، مسلم: ۴/ ۱۷۸) دنیا کی ساری چیزیں فائدہ کیلئے بنائی گئی ہیں لیکن دنیا کی سب سے قیمتی اور باعث خیر شئے نیک اور صالح عورت ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ مسلم خواتین اپنے وقار کو پہچانیں، وہ دن آنے والا ہے جس دن ان سے ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں باز پرس ہوگی، تو اس وقت سوائے پچھتاوے کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا، اللہ ہم سب کو خیر و بھلائی کی توفیق سے نوازے۔ (آمین)

☆☆☆

## ایک عیسائی مبلغ کا قبول اسلام

# خدا کے نسوانی تصور نے مجھے بیزار کر دیا

بچپن میں مجھے میرے والدین نے گاؤں کے ایک گرجا گھر میں عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل کر دیا تھا۔ میرا گاؤں نیویارک سے بہت دور واقع تھا۔ مجھے تعلیم حاصل کرنے کے لئے گاؤں کے ہاسٹل میں رہنا پڑتا تھا۔ میرے ساتھ گاؤں کی دوسرے بچے بھی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہاسٹل میں مقیم تھے۔ گاؤں کا وہ چھوٹا سا اسکول ہر سال پختہ عقیدہ کے عیسائی مبلغ تیار کر کے عیسائی دنیا کو دیتا تھا۔ میرے والد کا خواب تھا کہ میں ایک نامور عیسائی مبلغ بن کر دنیا کے سامنے آؤں۔ میرے والدین کا خیال یہ بھی تھا کہ عیسائی مبلغ دوہرا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ ان کو بہت اچھی آمدنی ہوتی ہے۔ انہیں کسی طرح کا انکم ٹیکس ادا کرنا نہیں پڑتا۔ اس کے علاوہ عیسائی سماج میں ان کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ جس طرف بھی ہیں لوگ والہانہ طور پر ان کا استقبال کرتے ہیں۔ ہر عیسائی گھر کا دروازہ عیسائی مبلغوں کے لئے کھلا رہتا ہے۔ وہ نہایت آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ میری والدہ خاص طور پر چاہتی تھیں کہ میں اپنے نانا کی طرح ایک متبرک عیسائی مبلغ بنوں اور زر کثیر کما کر اپنے خاندان والوں کی کفالت کروں، چونکہ ہمارا خاندان غریب تھا، اس لئے اپنی غربت کے خاتمہ کے لئے میرے والدین نے یہ منصوبہ بنایا کہ میں ایک شہرت یافتہ عیسائی مبلغ بن کر شہرت حاصل کروں۔ میری نانا کی زندگی نے ان کے ساتھ وفا نہ کی، ورنہ وہ تو اتنی دولت جمع کر کے دنیا سے جا سکتے تھے کہ ہم میں سے کسی کو کسب معاش کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ خیال رہے کہ پادریوں کے پاس اکثر اتنی دولت ہوتی کہ وہ اور ان کی اولادیں نہایت اطمینان کے ساتھ باعزت طور پر زندگی بسر کر لیتی ہیں۔ گاؤں کے اسکول میں ماحول فراہم کرنے کے لئے عیسائی لڑکیوں کو بھی ملازم رکھا گیا تھا۔ اسکول میں داخل ہونے کے بعد مجھے بے حد خوشی ہوئی، چونکہ اسکول کے گرجا گھر میں ہر طرح کی آسائشیں اور سہولتیں میسر تھیں۔ کھانے پینے کی کوئی کمی نہ تھی۔ ہر روز عیسائی مشنریوں کی طرف سے امدادی سامان پہنچتا رہتا تھا۔ ہمیں روزانہ دس گھنٹے تک عیسائی مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ہفتہ میں دو تین دن ایسے تھے کہ جن میں باہر کے اساتذہ آ کر عیسائی مذہب کے مختلف پہلوؤں پر لیکچر دیا کرتے تھے۔ ہم ان لیکچرز کو سن کر بہت زیادہ متاثر ہوتے تھے۔ ہمیں ایسا لگتا تھا کہ دنیا کا سارا علم ہمارے اندر سرایت کرتا جا رہا ہے۔

ایک دن ہمیں اطلاع دی گئی کہ آسٹریلیا کے فادر میکائیل لیکچر دینے کے لئے آ رہے ہیں، جو ہمیں عیسائی مذہب کے مختلف پہلوؤں کو سمجھائیں گے اور ہمارے سوالوں کا جواب دیں گے۔ فادر میکائیل کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اس لئے میں ان کا لیکچر سننے کے لئے بہت بے قرار تھا۔ وجہ یہ تھی کہ فادر میکائیل کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ہر اعتراض کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ اعتراض کرنے والا شرمسار ہو جاتا ہے اور اسے اپنے گناہ کا اعتراف ہونے لگتا ہے۔ میرے ذہن میں عیسائی مذہب کے عقیدوں سے متعلق کئی سوال تھے۔ میں جب اپنے پڑھانے والوں سے سوال کرتا، ان کے روبرو کوئی اعتراض پیش کرتا، تو وہ مجھے مطمئن کرنے سے قاصر رہتے تھے۔ اس لئے میں نے طے کر لیا کہ فادر میکائیل جب لیکچر دیں گے تو ان سے سوالات دریافت کروں گا اور جو شکوک و شبہات میرے ذہن میں موجود تھے ان کا اظہار فادر میکائیل کے سامنے کروں گا اور وہ مجھے راہ ہدایت عطا کر دیں گے۔



لیکن مجھے خبر نہ تھی فادر میکائیل کے سامنے جو میں بحث و تکرار کروں گا تو میرے ہدایت کے لئے ایک نئی راہ روشن ہو جائے گی اور میں مائل بہ اسلام ہو جاؤں گا۔

عیسائی عقیدے کے مطابق تین خدا ہیں، یا خدا کے تین حصے ہیں۔ خدا کے علاوہ اس کا بیٹا عیسیٰ بھی اس کا شریک کار ہے، اور مقدس مریم کو بھی نظام کائنات چلانے میں دخل ہے۔ ان تینوں کے مجموعے کے بعد خدا کے جو تصورات ابھرتے ہیں، وہ نسوانی بھی ہیں اور مردانی بھی، اور یہی تصورات میری الجھن کے باعث تھے۔ فادر میکائیل کے استقبال کے لئے گاؤں کے اسکول اور کالج کو بے حد خوبصورتی کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ فادر میکائیل کا استقبال شاہانہ طریقہ پر کیا گیا تھا۔ ان کا لیکچر سننے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ لیکچر ختم ہونے کے بعد ہر شخص کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ فادر میکائیل سے سوالات دریافت کر کے اپنے شکوک و شبہات دور کرے۔ میں نے بھی ایک پرچہ فادر میکائیل کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے ازراہ شفقت اجازت دے دی کہ میں ان سے سوالات پوچھوں۔ میں نے تثلیث کے تعلق سے دریافت کیا کہ خدا کی ذات کو واحد ماننے کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام اور پاک مریم کو خدا کی ذات کا حصہ کیوں مانا جاتا ہے؟ کیا خدا مؤنث ہے یا مذکر؟ خدا کے اس پہلو کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مذکر ہے۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام اس کے بیٹے ہیں اور خدا کا بیٹا جب خدا سے کسی کے لئے سفارش کرتا ہے تو خدا اپنے بیٹے کی سفارش کو نامنظور نہیں کرتا۔ فادر میکائیل سے میں نے سوال کیا کہ آخر یہ پہیلی کیا ہے؟ کیا خدا کی ذات میں نسوانیت کا کوئی پہلو پوشیدہ ہے یا خدا کی ذات مردانہ صفات کی مجسم ہے؟ فادر میکائیل میرا سوال سن کر مسکرانے لگے۔ انہوں نے جواباً کہا کہ سوال بہت بچکانہ ہے، ان کے پاس بہت پیچیدہ سوال ہیں جن کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں، اس لئے میرے سوال کو انہوں نے نظر انداز کر دیا، لیکن میں بار بار ان کے لیکچر کے دوران مداخلت کرتا رہا۔ میں نے ان سے اصرار کیا کہ میرے بچکانہ سوال کا ضرور جواب دیا جائے، چونکہ مجھے جواب نہ دیا گیا تو میں بہک جاؤں گا اور ممکن ہے کہ عیسائی مذہب سے میرا یقین اور اعتماد ختم ہو جائے۔ اب صورت یہ پیدا ہو گئی تھی کہ میرے سوال میں کچھ لوگ شامل ہو گئے تھے اور انہوں نے میری آواز میں آواز ملاتے ہوئے کہا کہ سوال کا جواب ضرور دیا جائے۔ ہنگامہ یہاں تک بڑھا کہ بعض لوگ کہنے لگے کہ فادر میکائیل نے اگر میرے سوال کا جواب نہ دیا تو سمجھا جائے گا کہ وہ میرے سوال کا جواب نہیں دے سکتے اور اپنی شکست تسلیم کرتے ہیں۔

فادر میکائیل نے کہا خدا کی ذات بہت سی خصوصیات کی پیکر ہے، اس کی بعض خصوصیات میں نسوانیت موجود ہے اور بعض خصوصیات ایسی ہیں جو مردانہ انداز کی ہیں۔ فادر کی اس بات سے میرے ذہن میں مزید سوالات ابھرتے گئے اور کئی گھنٹے بحث چلتی رہی۔ سوال در سوال جواب در جواب کا سلسلہ جاری رہا لیکن لاحاصل۔ فادر میکائیل میرے سوال کا جواب دینے میں ناکام رہے۔ ان کی بصیرت اور علم کا جو غلبہ میرے ذہن پر تھا وہ ختم ہو گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ عیسائی مذہب کی بنیاد بالکل کھوکھلی ہے، جو مذہب خدا کے تصور کو بھی جامع طریقہ سے پیش نہ کر سکے وہ مذہب دنیائے انسانیت کو کیا دے سکتا ہے اور اس کی تعلیمات کس طرح نافذ العمل ہو سکتی ہیں۔

میں نے گاؤں کے اسکول میں رہ کر عیسائیت کی تعلیم مکمل کی۔ مجھے عیسائی مبلغ کی سند عطا کی گئی، لیکن میرا عقیدہ خدا کی ذات کے سلسلہ میں تذبذب کا شکار رہا۔ میں نے خدا کی ذات کو سمجھنے کیلئے اسلامی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور مسلمانوں سے اپنے رابطے قائم کئے۔ اسلامی کتابوں کے مطالعے سے مجھے معلوم ہوا کہ خدا کی ذات کا تصور اسلام نے پیش کیا ہے، جس کو دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکا۔

(بقیہ……صفحہ……۱۷ پر)

# کچھ اہم و مفید مطبوعات

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ | | بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم | 15/- | اسلام کیا ہے؟ (اردو) | 30/- |
| کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) | 100/- | بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم | 12/- | اسلام کیا ہے؟ (ہندی) | 35/- |
| کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) | 90/- | ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی) | 20/- | دین و شریعت | 70/- |
| کاروان زندگی حصہ سوم | 80/- | موج تسنیم (اردو) | زیر طبع | ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت | 70/- |
| کاروان زندگی حصہ چہارم | 90/- | مناجات ہاتف | 10/- | قادیانی مسلمان نہیں | 25/- |
| کاروان زندگی حصہ پنجم | 80/- | دیار حبیبؐ | 5/- | آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) | 40/- |
| کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) | 90/- | **از مخدومہ خیر النساء بہترؒ** | | آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) | 45/- |
| کاروان زندگی حصہ ہفتم | 80/- | حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) | 15/- | درس قرآن | 200/- |
| مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) | 40/- | کلید باب رحمت | 6/- | **دیگر مصنفین کرام کی تصانیف** | |
| حج کے چند مشاہدات | 6/- | ذائقہ (نیا ایڈیشن) | 15/- | تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ | 45/- |
| خواتین اور دین کی خدمت | 25/- | ذکر خیر // | 15/- | مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) | 80/- |
| کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) | 35/- | **از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ** | | مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) | 120/- |
| دعائیں | 10/- | لبیک اللّٰہم لبیک | 30/- | (مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب) | |
| سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) | 90/- | سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ | 50/- | تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ | 35/- |
| سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا | | سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ | 150/- | سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ | 30/- |
| کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) | 90/- | زبان کی نیکیاں | 15/- | (مولانا محمد الحسنیؒ) | |
| نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) | 200/- | گلدستہ حمد وسلام | 6/- | بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) | 40/- |
| سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) | 200/- | کلام ثانیؒ | زیر طبع | ذکر رسولؐ // | 55/- |
| تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) | 355/- | **از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ** | | مولانا محمد علی جوہر // | 175/- |
| انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر | 70/- | دو مہینے امریکا میں | 90/- | (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ) | |
| اپنے گھر سے بیت اللہ تک | 25/- | جزیرۃ العرب | 70/- | کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) | 18/- |
| **از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ** | | حج ومقامات حج | 35/- | کتاب الصرف // | 20/- |
| زاد سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن) | 150/- | امت مسلمہ | 70/- | بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) | 40/- |
| باب کرم (نیا ایڈیشن) | 12/- | سماج کی تعلیم وتربیت | 45/- | تاریخ میلاد (حکیم الشکور) | 30/- |
| بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول | 15/- | **از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ** | | مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) | 30/- |
| بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم | 14/- | معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) | 870/- | سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شیروانی) | 25/- |

**مکتبہ اسلام ۵۴/۲/۱۷، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ-۱۸**

فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174



# Are you planning to sell your car ?

...which has served you faithfully for years would obviously mean a lot to you.

Now you can be rest assured, when it comes to selling your old car, **Classic Automotives**, always have the best offer for you.

We believe in true and realistic value for your used car which also spells **'Clean Deal'**.

Our other usual features are:

- **Spot Settlement**
  *- You don't have to wait for your money.*
- **Evaluation at your doorstep**
  *-You don't have to move around wasting time in traffic jams.*
- **Risk free selling**
  *-Your vehicle will not be sold without transfer of ownership.*

**• No commission • No Brokerage • No Hidden Costs**

With all these lucrative benefits we wouldn't be expecting you to sell your car to any of your relatives, friends or mechanics!

Simply because, we are committed to this business and always give you the best deal with peace of mind.

*Call* **98451 00668**

classic automotives
*Gear up for the journey of life.*

**Classic Automotives Bangalore Pvt. Ltd.**

**Indiranagar**: #324, CMH Road, Bangalore 38. ☎ : 32966155 9845600668
**Mekri Circle**: #40, C. V. Raman Avenue, Bangalore 80. ☎ : 32966433 9945187878
**HSR Layout**: #9, BDA Complex, Sector VI, Bangalore 02. ☎ : 32966133 9845226464
**Jayanagar**: #574, 11th Main, 5th Block, Bangalore 41. ☎ : 32966144 9980582424
**Yelahanka**: #2, MIG, 1st Main, New Town, Bangalore 64. ☎ : 32966166 9845700668
**Whitefield**: #132, Whitefield Main Road, Bangalore 66. ☎ : 32966422 9845229292

**www.classicautomotives.net**